ابنِ صفی

جلد نمبر
20

جاسوسی دنیا

64- شیطان کی محبوبہ

65- انوکھے رقاص

66- پُراسرار موجد

جاسوسی دنیا نمبر 65

انوکھے رقاص

(مکمل ناول)

حرفِ اوّل

ایک بڑا آرٹسٹ ایک عظیم فنکار یا مفکر اپنے دور کا نمائندہ بھی ہوتا ہے، ترجمان بھی ہوتا ہے اور خالق بھی۔ ابن صفی نے اپنے مخصوص اندازِ تحریر سے اردو میں ایک نئے دور کی تخلیق کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اُن کی ہمیشہ سے یہ بھی خصوصیت رہی ہے کہ موجودہ مسائل کی بنیاد پر انہوں نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ کسی خشک ریاضی داں کی طرح مسئلے گنوا کر یا کسی نقارچی کی طرح چیخ چیخ کر انہوں نے کسی مسئلہ کو نہیں چھوا بلکہ ایک سچے حسن کار کی طرح انہیں خوبصورت اور ڈھنگ سے اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا سلیقہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے جہاں نفسیاتی نکتے سامنے رکھے، تجزیئے کئے اور تحلیل نفسی کے گر بتائے وہاں انہوں نے امن پر مغربی ممالک کی ریشہ دوانیوں، سازشوں اور تباہ کن ایجادات پر بھی اپنے خیالات پیش کر کے رہنمائی کا حق ادا کیا!

موجودہ دور کا سب سے زیادہ بھیانک مسئلہ وہ تجربے ہیں

جنہوں نے انسانی زندگی میں زہر بھر دیا ہے۔ مشرق کے ہر گوشے سے نت نئی بیماریوں کی خبریں بیماروں کی تعداد مرنے والوں کی تفصیل ان ایٹمی اور ہائیڈروجنی تجربوں کا نتیجہ ہے۔ آج ساری انسانیت کراہ اٹھی ہے۔ شرافت، امن اور زندگی و اخلاق کے علمبردار ممالک ان تجربوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ ابن صفی کو بھی ایک فن کار کی حیثیت سے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ان تجربوں کے خلاف آواز بلند کریں۔ یہ آواز ''انوکھے رقاص'' کے ابتدائی صفحات میں اُبھری ہے۔ اس میں اتنی گہرائی اتنی شدت اور اتنا نوکیلا پن ہے کہ آپ اسے بھول نہیں سکتے۔ اُن کا یہ پیمبرانہ جملہ:

''جب ایک آدمی پاگل ہوجاتا ہے تو اُسے
پاگل خانے میں کیوں بند کردیتے ہیں اور جب پوری
قوم پاگل ہوجاتی ہے تو طاقتور کیوں کہلانے لگتی ہے۔''

فاشستی تکنیک اور مغرب کے استبدادی نظام پر اس سے بہتر طنز ممکن نہیں ہے۔ اس طرح کے جملے ''انوکھے رقاص'' میں بہت جگہوں پر آپکو ملیں گے۔ ان میں ''روحِ عصر'' (Zeitgeist) کی جلوہ گری ہے اور اسے دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابن صفی صرف ناول نگار ہی نہیں بلکہ ایک عظیم مفکر بھی ہیں۔

کہانی کے اعتبار سے اس ناول کو حمید کا ہی کارنامہ کہنا مناسب ہوگا۔ اس کی دلچسپی، اس کے قہقہے اور آخر میں اس کا چونکا دینے والا اختتام اسی انوکھے انداز کا ہے جس کیلئے ابن صفی مشہور ہیں۔

پبلیشر

لڑکی کا حمایتی

سورج دور کی پہاڑیوں میں جھک رہا تھا اور نارنجی رنگ کی دھوپ میں خنکی سی پیدا ہوگئی تھی۔ ادھر کچھ دنوں سے بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ موسم صرف دن ڈھلے ہی اس قابل ہوتا تھا کہ لوگ باہر نکل سکیں۔ شامیں اچھی گذرتیں اور راتیں حسب معمول ویسی ہی ہوتیں جن کے لئے رام گڈھ خاص طور سے مشہور تھا، لیکن دن میں اتنی گرمی رام گڈھ کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ وہاں کے باشندوں کا کہنا تھا کہ ان کے ہوش میں اتنی سخت گرمی نہیں پڑی۔

بہرحال میدانوں سے آئے ہوئے لوگ سوچ رہے تھے کہ اگر پورا سیزن اسی طرح گذرا تو وہ اچھے خاصے احمق کہلائیں گے۔ کیونکہ گرمی ہی سے بھاگ کر انہوں نے رام گڈھ کی شاداب پہاڑیوں میں پناہ لی تھی۔

وہ ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کا تجربہ کرنے والوں کو گالیاں دیتے، جن کی وجہ سے ساری دنیا میں غیرمتوقع موسمی تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھیں، زہریلی ہوائیں چلنے لگی تھیں اور ایسی بارشیں ہونے لگی تھیں جن کے پانی سے جسم پر آبلے پڑ جاتے تھے۔ طرح طرح کی وبائی

بیماریاں پھیلتی تھیں۔ وہ بڑی طاقتوں کے نام کو روتے جو محض ایٹمی تجربات سے ایک دوسرے کو مرعوب کرنے کی کوشش کررہی تھیں لیکن بھگتنا انہیں بھی پڑ رہا تھا جو ''طاقت'' یا ''ناطاقتی'' کسی سے بھی سروکار نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

رام گڈھ کا نچلا طبقہ تو گویا بے موت مر رہا تھا۔ اُس کی روزی کا ذریعہ دراصل یہی لوگ ہوتے تھے جو سیزن میں باہر سے آتے تھے لیکن ایسے موسم میں تفریح کی کسے سوجھتی۔ ان کی تفریح بند اور رام گڈھ کے قلیوں کی آمدنی بند۔ سیزن ہی میں جو کچھ کماتے وہی سردیوں کے ایام میں بھی ان کے کام آتا۔ لیکن اب وہ سوچ رہے تھے کہ اگر سارا سیزن ایسا ہی گذرا تو وہ سردیاں نہ دیکھ سکیں گے۔ وہ اسے خدا کا غضب اور اپنے گناہوں کا ثمرہ تصور کرتے تھے۔ ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کے تجربات ان کی سمجھ سے باہر تھے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جب ایک آدمی پاگل ہوجاتا ہے تو اسے پاگل خانے میں کیوں بند کردیا جاتا ہے اور جب کوئی قوم پاگل ہوجاتی ہے تو ''طاقتور'' کیوں کہلانے لگتی ہے۔

رام گڈھ کے قلی یہ نہیں سوچ سکتے تھے لیکن کیپٹن حمید یہی سوچ رہا تھا۔ کیونکہ گرمی ہی کا بہانہ کرکے وہ فریدی کو یہاں تک دھکیل لایا تھا اور اب فریدی اس کا مضحکہ اڑا رہا تھا۔

''جو کچھ تمہارے مقدر میں ہے۔'' وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ ''کہیں بھی جاؤ پورا ہوکر رہے گا۔ تم نے خواہ مخواہ میری چھٹیاں برباد کرائیں۔ میں نے چھٹی صرف اسی لئے لی تھی کہ مطالعہ کروں گا۔ بہت دنوں سے مطالعہ کے لئے وقت نہیں نکال سکا تھا۔''

''اچھا آپ مطالعہ کیجئے، میں منہ کالا کرتا ہوں۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہو۔''

''زندگی دراصل یہی ہے حمید صاحب۔'' فریدی نے کہا اور ہاتھ میں دبی ہوئی کتاب کے اوراق الٹنے لگا۔ لیکن وہ کتاب کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر کھڑکی سے باہر بہت دور ویرانے میں بھٹک رہی تھی۔

''میں کب کہتا ہوں کہ آپ زندہ نہ رہیئے۔ مگر کم از کم مجھے تو مرنے دیجئے۔'' حمید نے

جھلا کر کہا۔

''میں نے یہی پروگرام بنایا ہے کہ ہم دونوں ساتھ ہی مریں گے۔''

''لیکن اس طرح میں مر بھی نہیں سکوں گا۔ اگر آپ نے ملک الموت کو زندگی پر لیکچر پلانا شروع کر دیا تو میں بور ہو کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں گا۔''

''تم کھسکو یہاں سے۔'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''میں نے تمہیں روکا نہیں ہے۔ مگر تم اس لڑکی سے نہیں ملو گے، جو اپنے جوڑے میں گلاب لگاتی ہے۔''

''اگر وہ جوڑے میں گلاب لگانا چھوڑ دے تو۔''

''بکواس مت کرو۔ گلاب کی بات نہیں ہے۔ کل ایک آدمی تمہیں کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا جب وہ تمہاری میز پر آئی تھی۔''

''اوہ.....تو میں ایک آدمی کے ڈر سے اس لڑکی سے ملنا چھوڑ دوں گا۔''

''نہیں.....!'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم عورتوں کے لئے لفنگوں کی طرح جھگڑا کرتے پھرو۔''

''ارے بس رہنے دیجئے۔'' حمید نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

سورج اب غروب ہو چکا تھا اور افق میں کئی رنگوں کے لہریئے نظر آنے لگے تھے۔ ان دونوں کا قیام یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل پیراڈائز میں تھا۔

حمید کمرے سے نکل کر سیدھا اس باغ کی طرف ہو لیا تھا جہاں شام کی تفریحات کے لئے میزیں لگائی جاتی تھیں۔

اس کا موڈ فریدی کے الجھنے کے باوجود بھی خراب نہیں ہوا تھا اور پھر یہ کوئی نئی بات بھی نہیں تھی۔ فریدی ہر وقت ہی لڑکیوں کے متعلق اُسے بور کرتا رہتا تھا اور اب تو یہ حال ہو گیا تھا کہ اگر کوئی دن خالی جانے والا نظر آتا تو حمید خود ہی ایسے تذکرے چھیڑ دیتا کہ لڑکیوں کی بات نکل آتی۔

باغ کے کنارے کھڑے ہو کر اس نے دو چار گہری سانسیں لیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

رقص کے میدان کے چاروں طرف لاتعداد میزیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں عموماً کھلے ہی میں رقص ہوا کرتے تھے۔ رقص گاہ کا فرش پختہ اور بہت چکنا تھا۔ اس کے چاروں طرف بڑی خوبصورتی سے باغات ترتیب دیئے گئے تھے جن کے سلسلے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں باغات میں دوسری تفریح گاہیں بھی تھیں۔ نہانے کے لئے پختہ تالاب، ٹینس کورٹس اور ان کے علاوہ بھی کئی بیرون خانہ تفریحات کی جگہیں۔

رقص گاہ میں حمید کی میز مستقل طور پر ''مخصوص'' تھی۔ لیکن وہ سیدھا اپنی میز کی طرف نہیں گیا۔ اُسے حقیقتاً اس لڑکی کی تلاش تھی جس کے متعلق ابھی ابھی فریدی سے جھڑپ ہو چکی تھی۔

اس ہوٹل میں قیام کرتے ہی اُس لڑکی سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی بالکل معمولی طور پر۔ ایک رات حمید اس سے رقص کے لئے درخواست کر بیٹھا تھا اور پھر ان میں جان پہچان ہو گئی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں وہ حمید کو غیر معمولی طور پر دلچسپ اور دلکش معلوم ہوتی ہو۔ اس کا نام زوبیا تھا۔ دیسی ہی تھی۔ مگر حمید نے اس کی قومیت کے بارے میں استفسار نہیں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عورت بجائے خود ایک قوم ہے، مردوں کی طرح اُسے رنگ و نسل کے اعتبار سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اس کا نظریہ تھا۔ لیکن وہ نظریئے پر بحث کرنے سے ہمیشہ کتراتا رہتا تھا۔ بہرحال اس نے زوبیا سے اس کے مذہب یا قومیت کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔

وہ یہاں تنہا ہی مقیم تھی اور اس نے حمید کو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا تھا کہ اس کا نام زوبیا ہے اور وہ سیزن گزارنے کے لئے یہاں آئی ہے اور نہ اس نے بتایا کہ وہ کہاں سے آئی تھی اور نہ یہی بتایا کہ وہ خودمختار تھی یا والدین کی پابند۔ عمر بمشکل بیس سال ہو گی اور حمید کا اندازہ تھا کہ وہ غیر شادی شدہ ہے۔

اس سے حماقتیں بھی سرزد ہوتی تھیں..... دلچسپ حماقتیں اور اُن میں اتنی برجستگی ہوتی تھی کہ حمید انہیں تصنع سمجھنے پر تیار نہیں تھا۔ ویسے عام طور پر اس کی حرکات و سکنات سے الھڑپن ظاہر ہوتا۔ صورت و شکل غیر معمولی نہیں تھی۔ بس وہ جوان تھی..... اور لڑکی..... اسکے پاس بیٹھ کر گھنٹوں گفتگو کرنے پر بھی حمید اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا۔ یہی سب سے بڑی خوبی تھی اسمیں۔

وہ اُسے رقص گاہ میں تلاش کرتا رہا۔ لیکن وہ نظر نہیں آئی۔ آخر تھک ہار کر اپنی میز پر آ بیٹھا۔ درختوں کی شاخوں سے الجھے ہوئے رنگا رنگ برقی قمقمے روشن ہو چکے تھے اور لاؤڈ سپیکر پر مقامی دستکار اداروں کے اشتہارات نشر کئے جا رہے تھے۔

حمید نے پائپ میں تمباکو بھری اور اُسے سلگانے ہی جا رہا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر نشر کئے جانے والے ایک اعلان نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی۔

''رقاصوں کی پارٹی'' معلن کہہ رہا تھا۔ ''یہ ساری دنیا میں اپنے طرز کے انوکھے رقاص ہیں۔ حیرت انگیز اور ہوش اڑا دینے والے۔ کل سے آپ ان کے پروگرام پیراڈائیز میں دیکھیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسے حیرت انگیز کمالات آپ نے آج تک نہ دیکھے ہوں گے۔ تفصیلات کا انتظار کیجئے۔''

حمید نے پائپ سلگایا اور فضا میں دھوئیں کے لہریئے بکھیرتا ہوا کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ اس وقت موسم کافی خوشگوار ہو گیا تھا۔ دن کی تپش سے بچنے کے لئے کمروں میں بند ہو کر بیٹھنے والوں کے نزدیک اس وقت تاروں بھرا آسمان بڑی کشش رکھتا تھا اور وہ خود کو جنت ہی میں محسوس کر رہے تھے۔

حمید نے کچھ دیر بعد پائپ کی راکھ جھاڑ کر آئس کریم کا آرڈر دیا۔ اسی وقت مائیکروفون فضا میں ارتعاش پیدا کرنے لگا۔ معلن کہہ رہا تھا ''مردہ رقاصوں کی ٹیم آپ کو حیرت زدہ کر دے گی۔ اتنا تیز ایکشن آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا...... یاد رکھئے.... مردہ رقاص...... جو رقص سے پہلے اپنی جگہوں سے ہل بھی نہیں سکتے۔ رقص کی حالت میں آندھیوں اور طوفانوں کے منہ پھیر دینے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ایک بار پھر سنئے...... مردہ رقاص......!''

حمید نے بہت بُرا سامنہ بنایا۔ مائیکروفون خاموش ہو چکا تھا اور اب پھر سریلے قہقہوں کے ساتھ پہاڑی جھینگروں کی ''ریں ریں، ٹیں ٹیں'' شروع ہو گئی تھی۔

اُسے گھٹیا قسم کی اشتہار بازی سے بڑی نفرت تھی اور وہ اسے کم از کم پیراڈائز کے شایان شان نہیں سمجھتا تھا۔

کچھ دیر بعد آئس کریم آ گئی اور ٹھیک اسی وقت اس کی نظر زوبیا پر پڑی۔ وہ شائد اس کے قریب ہی سے گذر کر گئی تھی۔ حمید نے سوچا ممکن ہے اس نے اسے دیکھا ہی نہ ہو۔

وہ بیٹھا آئس کریم کھاتا رہا۔

زوبیا نارنجی ساری میں بہت بج رہی تھی۔ حمید نے اسے یوں ہی بے مقصد ادھر اُدھر چکراتے دیکھا۔ شاید اسے کسی کی تلاش بھی نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ اس نے حمید کو یہی بتایا تھا کہ اس کے علاوہ یہاں اور کسی سے اس کی جان پہچان نہیں ہے۔

حمید نے سوچا کہ وہ آئس کریم ختم کر کے ہی اٹھے گا۔ ایک بار اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ زوبیا اسے دیکھ چکی ہے۔ پھر کیا وہ اسے نظر انداز کر رہی تھی؟ یہ بھی اس کی دانست میں ناممکن ہی تھا۔ وہ تو ہمیشہ خود ہی لہک کر اس کی طرف آتی تھی۔

حمید نے آئس کریم ختم کی اور اٹھ گیا۔ زوبیا اب بھی بیٹھی نہیں تھی بلکہ ایک گوشے میں کھڑی ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی، جو کاغذ کے بڑے غبارے کو اڑانے کیلئے اسمیں آگ لگا رہے تھے۔

حمید اس کے قریب پہنچ کر کھڑا ہوگیا۔ لیکن زوبیا اس کی طرف متوجہ تک نہ ہوئی۔

حمید سمجھا شاید یہ بھی کسی قسم کا غمزہ ہوگا۔ لیکن جب وہ بالکل ہی بے تعلقی ظاہر کرتی رہی تو حمید نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''جی.....!'' وہ اس طرح چونکی جیسے اُسے وہاں اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''جی.....!'' اب اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ وہ چند لمحے حمید کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی اور پھر بولی۔ ''معاف کیجئے گا۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور اس نے کہا۔ ''بڑی اچھی ایکٹنگ کر لیتی ہیں آپ......!''

''آپ ضرورت سے زیادہ بدتمیز معلوم ہوتے ہیں۔'' زوبیا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ ''ہماری کب کی جان پہچان ہے۔''

اس لہجے پر حمید سچ مچ شرمندہ ہوگیا۔

''معاف کیجیے گا۔ مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اس نے کہا اور ایڑیوں پر گھوم گیا۔

غصہ کے مارے اس کا حال بُرا ہو رہا تھا۔ وہ پھر اپنی میز پر آ بیٹھا اور کچھ ایسے انداز میں پائپ بھرنے لگا جیسے ریوالور میں کارتوس چڑھا رہا ہو۔ زوبیا اب بھی وہیں کھڑی تھی لیکن اب کبھی کبھی اس کی نظر حمید کی طرف بھی اٹھ جاتی تھی لیکن اسی طرح جیسے اُسے بھی اس پر غصہ آ گیا ہو۔

اچانک ایک لحیم شحیم آدمی آ کر حمید کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

حمید نے سر اٹھا کر اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

''کیا وہ کوئی لاوارث لڑکی ہے۔'' آنے والے نے کہا اور اس کی سرگوشی کسی سانپ کی پھپھکار سے کم نہیں تھی۔

''کیا مطلب......!'' حمید بھی کسی غصیلے بھیڑیے کی طرح غرایا۔

''اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ میں کئی دن سے تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

حمید نے محسوس کیا کہ وہ نشے میں ہے۔ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

''جاؤ اپنی راہ لو......میرا دماغ نہ خراب کرو۔''

''اگر تم نے اسے چھیڑا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا۔''

حمید نے پھر اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ ایک کافی مضبوط آدمی معلوم ہوتا تھا۔ قد حمید کے قد سے بھی کچھ نکلتا ہوا تھا اور کلائیوں کی ہڈیاں بہت چوڑی تھیں۔ پیشانی پر کئی جگہ چوٹ کے نشان تھے۔

''تم کیوں بکواس کر رہے ہو۔'' حمید پائپ پھینک کر کھڑا ہو گیا۔

''اوہ......تم کیچوے میرا مقابلہ کرو گے۔'' اُس نے تمسخر آمیز انداز میں کہا ہی تھا کہ حمید کا الٹا ہاتھ اُس کے منہ پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔

لیکن اس کا جوابی حملہ بڑا شدید تھا یہ اور بات ہے کہ اُسے میز پر ڈھیر ہو جانا پڑا۔ کیونکہ اس کے آگے بڑھتے ہی حمید نے میز میں ٹھوکر مار دی تھی۔ دوسری بار حمید نے اُسے بالوں سے

پکڑ کر سیدھا کیا اور اس کے ہاتھ اٹھنے سے پہلے ہی ٹھوڑی پر ایک مکا جڑ دیا۔ وہ اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے۔ حمید نے سوچا کہ اب بات بڑھ جائے گی لہٰذا کم از کم فریدی کے عتاب سے بچنے کا انتظام تو کر ہی لینا چاہئے۔ لوگوں کے قریب پہنچنے سے پہلے ایک بار پھر وہ اس سے لپٹ پڑا۔ اور پھر انہیں دوسروں ہی نے الگ کیا۔

''یہ گرہ کٹ ہے۔'' حمید نے دوبارہ اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''جھوٹے......دغاباز......خاموش رہو۔''

''اس نے میری جیب سے پرس نکالا ہے۔'' حمید نے للکار کر کہا۔ ''وہ اس کے پاس موجود ہے۔''

لوگوں نے دراز قد آدمی کے گرد گھیرا ڈال دیا اور دونوں میں تکرار ہوتی رہی۔ پھر حمید نے دوسروں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''آپ لوگ اس کی تلاشی کیوں نہیں لیتے۔ میرے پرس میں میری تصویر اور تین سو پچھتر روپے تھے۔''

دراز قد آدمی نے جھلا کر جامہ تلاشی کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے اور ایک آدمی اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر بھلا یہ کہاں ممکن تھا کہ اس کی جیب سے حمید کا پرس برآمد نہ ہو جاتا۔ فریدی کے عتاب سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ اس کی سمجھ میں آیا تھا۔

پرس سے سچ مچ تین سو پچھتر ہی نکلے اور اس میں حمید کا ایک فوٹو بھی موجود تھا۔

''پولیس کے حوالے کرو...... پولیس کے حوالے کرو۔ چاروں طرف سے آوازیں آئیں۔''

''نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔'' حمید بولا۔ ''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں عدالتوں میں حاضری دیتا پھروں۔ آپ لوگ براہِ کرم اسے جانے دیجئے۔''

دراز قد آدمی خاموش کھڑا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا تا رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ پاگل کر دینے والی الجھنوں میں گرفتار ہو گیا ہو۔

حمید اپنا پرس سنبھال کر پیچھے ہٹ آیا۔ دراز قد آدمی کے چہرے پر کئی خراشیں آئی تھیں،

جن سے خون رس رہا تھا۔

''ہم تو پولیس کو ضرور اطلاع دیں گے۔'' ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''لیکن میں اسے تسلیم نہیں کروں گا کہ پرس میری جیب سے نکالا گیا تھا۔''

''آپ عجیب آدمی ہیں۔''

''ہاں میں عجیب آدمی ہوں۔ براہِ کرم مجھے تنہا چھوڑ دیجئے۔''

اب ان لوگوں نے حمید کو گھیر لیا اور دراز قد آدمی کی طرف ان کی توجہ ہٹ گئی۔ حمید نے سوچا یہ نئی مصیبت آئی۔ لیکن اس کے اوسان خطا نہیں ہوئے وہ ترکی بہ ترکی انہیں جواب دیتا رہا۔ اور پھر جب ان لوگوں کو گرہ کٹ کا دھیان آیا تو اُس کی طرف مڑے۔

مگر......اب وہ کہاں تھا؟ اس موقع کو مناسب سمجھ کر وہ پہلے ہی کھسک گیا تھا۔ لوگ اس پر اور زیادہ بگڑے اور سارا نزلہ حمید پر گرنے لگا۔

پھر وہ حمید کی تاویلات سے مطمئن ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں لیکن انہیں اسکے پاس سے ہٹ ہی جانا پڑا۔ وہ حمید کو اسکی قانون شکنی پر بُرا بھلا کہتے ہوئے اپنی اپنی میزوں پر چلے گئے۔

زوبیا قریب ہی کھڑی حمید کو گھور رہی تھی لیکن اس سے نظر ملتے ہی حمید نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کے سکڑے ہوئے ہونٹ چیخ چیخ کر اعلان کر رہے تھے کہ وہ زوبیا کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔

کچھ دیر بعد وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ مگر حمید فریدی کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ ذرا کچھ ہٹ کر اس کے پیچھے موجود تھا۔ جب حمید کے پاس سے بھیڑ ہٹ گئی تو اس نے آہستہ سے اُسے آواز دی۔ حمید چونک کر مڑا لیکن فریدی وہیں کھڑا رہا۔

حمید اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

''کیا قصہ تھا......؟'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''کچھ نہیں......نہ جانے کون لفنگا تھا اور اس نے چاہا تھا کہ میری جیب پر ہاتھ صاف کر دے۔''

''ہاں......آں...... میں نے بھی تمہارا پرس اس کی جیب سے برآمد ہوتے دیکھا تھا۔''

فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور حمید کو گھورتا رہا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''تم مجھے کہیں اور کسی حال میں بھی چین نہیں لینے دیتے۔''

''ارے واہ......!'' حمید تنک کر بولا۔ ''کیا میں اپنی جیب صاف کرالیتا۔ ایسی شرافت پر لعنت بھیجتا ہوں۔''

''تمہاری شرافت میں نے بغور دیکھی تھی۔''

''اوہ......!'' حمید بغلیں جھانکنے لگا۔

''تم اب حد سے زیادہ لفنگے پن پر اتر آئے ہو۔ میں اسے برداشت نہیں کرسکتا کہ تم عورتوں کے لئے غنڈوں کی طرح لڑتے پھرو۔''

''پھر میں کیا کرتا......وہ کم بخت تو جان کو آ گیا تھا۔''

''میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔''

''اوہ......تو یہ وہی آدمی تھا جس کا تذکرہ آپ نے کیا تھا......؟''

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر جانے کے لئے مڑ گیا۔

حمید آہستہ آہستہ اپنا سر سہلاتا رہا اور زوبیا اب اُسے دوسری جگہ سے گھور رہی تھی۔

خونخوار بطخ

حمید رات گئے تک جاگتا رہا اور کروٹیں بدلتا رہا۔ اس کی زندگی میں زوبیا پہلی لڑکی تھی جس نے خود ہی اس سے کنارہ کیا تھا۔ وہ بھی ایسے انداز میں جو حمید کے لئے قطعی غیر متوقع تھا......کل تک یہی لڑکی ہوٹل کی تفریح گاہوں میں خود اُسے تلاش کیا کرتی تھی......مگر آج اُس نے اُسے پہچاننے سے انکار کر دیا۔

کبھی کبھی اُس کے ذہن میں اس آدمی کی نفرت انگیز تصویر بھی ابھرتی جس سے زوبیا کے مسئلے پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ مگر ان دنوں وہ اس سے کیوں نہیں الجھا تھا جب وہ اور زوبیا گھنٹوں ہوٹل کی تفریح گاہوں میں نظر آیا کرتے تھے۔ وہ صرف انہیں کینہ توز نظروں سے دیکھنے ہی پر کیوں اکتفا کرتا تھا اور آج جب زوبیا نے اُسے پہچاننے ہی سے انکار کر دیا تو وہ اس طرح آ ٹکرایا۔ کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے کسی قسم کا تعلق رکھتے تھے؟

کسی نہ کسی طرح اُسے نیند آ گئی اور رات بھر گرہ کٹ اس کی جیبیں صاف کرتے رہے۔ یعنی وہ رات بھر اسی واقعہ کے متعلق خواب دیکھتا رہا۔ پتہ نہیں لاشعور کی کون سی گرہ اس واقعے سے متاثر ہوئی تھی۔

دوسری صبح تالاب میں نہاتے وقت وہ آدمی پھر نظر آیا لیکن حمید کو اسے پہچاننے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ اُس نے اپنی گھنی اور چڑھی ہوئی مونچھیں صاف کر دی تھیں۔ حمید نے سوچا ممکن ہے ان لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے اس نے ایسا کیا ہو جنہوں نے پچھلی رات اُسے ایک گرہ کٹ کے روپ میں دیکھا تھا۔

حمید بظاہر اُسے نظر انداز کر کے تالاب میں تیرتا رہا۔ لیکن حقیقتاً اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ وہ آدمی بھی غسل کر رہا تھا کئی بار وہ تیرتا ہوا حمید کے قریب سے بھی گذرا لیکن وہ خود بھی حمید سے بے تعلق سا نظر آ رہا تھا۔

کچھ لڑکیاں تالاب میں ڈائیو کر رہی تھیں چونکہ حمید کو اب کسی نئی دوست کی تلاش تھی اس لئے اس نے سوچا کہ اُسے بھی ڈائیونگ میں حصہ لینا چاہئے۔ لڑکیوں کے علاوہ کچھ مرد بھی ڈائیو کر رہے تھے۔

حمید نے دیکھا کہ ڈائیو کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو چھلانگ لگا کر فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا غوطے لگا سکے۔

وہ سیڑھیوں کے قریب آیا کچھ دیر تک گھاس پر بیٹھا رہا۔ پھر اوپر چڑھنے لگا۔ لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں کیونکہ ڈائیو کرنے والوں میں ایک نئے آدمی کا اضافہ ہو رہا تھا۔ حمید

نے چھلانگ لگا کر ایک قلابازی کھائی اور تماشائی تالیاں بجانے لگے۔ حمید کسی مچھلی کی طرح پانی کی سطح پر ابھرا اور تالاب کا چکر لگاتا ہوا پھر سیڑھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ لیکن اس بار ایک لڑکی نے بھی چھلانگ لگا کر فضا میں ایک قلابازی کھائی۔ پھر اُس لڑکی نے باقاعدہ طور پر اس سے مقابلہ شروع کر دیا لیکن وہ تین قلابازیوں سے آگے نہ بڑھ سکی اور حمید نے پانچ قلابازیوں کے بعد اعلان کر دیا کہ "اتنی اونچائی سے پانچ قلابازیوں سے زیادہ ممکن نہیں ہے۔"

وہ تالاب سے نکل کر اپنی چھتری کے نیچے آ لیٹا۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکی اس کی طرف آتی دکھائی دی جس نے اُس سے ڈائیونگ میں مقابلہ کیا تھا۔ حمید اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آپ بڑے شاندار رہے۔" اُس نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک یوریشین لڑکی تھی۔ متناسب الاعضاء اور بہت دلکش۔ اس کے بال سرخی مائل بھورے تھے اور آنکھیں گہری نیلی تھیں۔

"مجھے زیادہ مشق نہیں ہے۔" حمید نے خاکساری ظاہر کی۔

"میرے خدا......!" لڑکی تحیر آمیز تمسخر کے ساتھ بولی۔ "زیادہ مشق کی صورت میں تو آپ اڑتے پھریں گے۔"

حمید نے شرمانے کی ایکٹنگ شروع کر دی۔

"آپ کہاں سے آئے ہیں۔" لڑکی نے پوچھا۔

"گھر سے ......اُرررر......میرا مطلب ہے نصیر آباد سے۔"

"مجھے ڈالی پرکنس کہتے ہیں......!" لڑکی مسکرا کر بولی۔

"مم......میں...... پرویز ہوں۔" حمید ہکلایا۔

انہوں نے معمول کے مطابق ہوٹل کے رجسٹر میں فرضی نام درج کرائے تھے۔

"کیا کرتے ہیں؟"

"مم......میں......شکاری ہوں۔"

"شکاری......!"

''ہاں...... بڑے بالوں والی لومڑیاں اور سمور کا شکار میرا ذریعہ معاش ہے۔''

''اوہ...... آپ ہر اعتبار سے دلچسپ آدمی ہیں۔''

حمید نے ایک ویٹر کو روک کر کافی کیلئے کہا جو پلیٹ فارم پر ناشتے کی ٹرالی لئے پھر رہا تھا۔

''آپ کہاں سے آئی ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں تارجام سے آئی ہوں۔''

''آپ کیا کرتی ہیں؟''

''میں کچھ بھی نہیں کرتی۔ میرے پاپا نیشنل آئرن فیکٹری میں انجینئر ہیں۔''

''میرے پاپا بھی زندہ ہوتے تو مجھے بھی کچھ نہ کرنا پڑتا۔''

''اوہ...... یہ بات نہیں ہے۔ میں ابھی زیرِ تعلیم ہوں۔''

ویٹر نے کافی کی ٹرے ان کے سامنے رکھ دی اور حمید پیالیاں بھرنے لگا۔ دفعتاً اس کی نظر بائیں جانب اٹھ گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر زوبیا ایک چھتری کے نیچے بیٹھی انہیں گھور رہی تھی۔ حمید پھر ٹرالی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''بس تھوڑی ہی دیر میں دھوپ تیز ہوجائے گی۔'' ڈالی کہہ رہی تھی۔ ''اور ہمیں کمروں میں بند ہونا پڑے گا۔''

''اگر آپ موسم کے متعلق گفتگو نہ کریں تو میں بے حد مشکور ہوں گا۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟''

''بس یونہی...... مجھے الجھن ہوتی ہے۔''

''واقعی موسم کے متعلق کسی قسم کی بھی گفتگو بور معلوم ہوتی ہے۔'' ڈالی ہنسنے لگی۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر زوبیا کس قسم کی لڑکی ہے۔

ڈالی کافی پیتی رہی اور حمید کی کافی ٹھنڈی بھی ہوگئی۔

''کیا آپ کولڈ کافی کے عادی ہیں۔'' ڈالی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''اوہ......!'' حمید چونک کر کافی کی پیالی کی طرف دیکھنے لگا پھر ہنس کر بولا۔ ''برازیل کی

کافی مجھے ہمیشہ خوابوں کے جزیرے میں پہنچا دیتی ہے۔"

"شکاری بھی خواب دیکھتے ہیں۔" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں.....ارے شکاری۔" حمید ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "شکاریوں کے خواب تو.....!"

غیر ارادی طور پر حمید کی نظر زوبیا کی چھتری کی طرف اٹھ گئی اور وہ جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ اس کی چھتری کے قریب وہی آدمی موجود تھا جس سے پچھلی رات حمید کا جھگڑا ہوا تھا۔ لیکن وہ زوبیا کی طرف متوجہ نہیں تھا اور نہ ہی حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دونوں ہی اس کے لئے اجنبی ہوں۔ مگر زوبیا کچھ گھبرائی ہوئی سی نظر آ رہی تھی۔

"آپ.....!" ڈالی نے اُسے مخاطب کیا۔ "بات کرتے کرتے کچھ اور سوچنے لگتے ہیں۔"

"ہاں.....آں..... مجھے شکار گاہیں یاد آتی ہیں جہاں حد نظر تک برف ہی برف ہوتی ہے اور ہم اسکائیز پر تیرتے چلے جاتے ہیں۔ کبھی سفید بھیڑیوں سے مقابلہ ہوتا ہے اور کبھی قطبین کے سفید ریچھوں سے اوہ.....وہ کتنا حسین ماحول ہوتا ہے۔"

"قطبین.....!" ڈالی نے حیرت سے دہرایا۔ "آپ قطبین میں شکار کھیلتے ہیں۔"

"میں نے شاید جغرافیہ میں پڑھا تھا کہ قطبین کے ریچھ بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔"

"ارے کچھ بھی نہیں۔" حمید نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔ "میں نے ایک بار زندہ ریچھ کی کھال کھینچ لی تھی۔"

ڈالی ہنسنے لگی اور حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "آپ شاید اسے بکواس سمجھتی ہیں۔"

"نہیں.....نہیں.....!" ڈالی سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی۔ "مجھے وہ واقعہ ضرور سنائیے۔"

"کون سا واقعہ؟"

"وہی کہ آپ نے زندہ ریچھ کی کھال کیسے کھینچی تھی۔"

"ہاں.....آں.....وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک بار میں نے ساتھی شکاریوں کے سامنے بڑے دعوے سے کہہ دیا کہ میں زندہ ریچھ کی کھال کھینچ سکتا ہوں۔ وہ لوگ اسے مذاق سمجھے لیکن

بات بڑھ گئی۔ ایک لمبی شرط کے بعد میں نے انہیں یہ تماشہ دکھانے کا انتظام شروع کر دیا۔ ایک خاص قسم کے کارتوس بنائے جن میں گولی کی بجائے لمبی لمبی میخیں فٹ تھیں۔ میرا وہ دعویٰ سچ مچ مذاق ہی میں ٹل گیا تھا۔ اُن میں سے کوئی بھی باور کرنے پر تیار نہ تھا کہ میں کسی زندہ ریچھ کی کھال کھینچ لوں گا۔ اتفاق سے ایک دن ایک ریچھ مل ہی گیا جو برف کے ایک تودے پر بیٹھا ستار بجا رہا تھا۔"

"ستار بجا رہا تھا...... ریچھ۔" ڈالی ہنس پڑی۔

"اوہ...... ٹھہریئے...... شاید میں بھول رہا ہوں۔ ہاں دیکھئے ستار نہیں وہ تودے پر بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ میں نے اس کی دم کا نشانہ لے کر فائر کر دیا اور رائفل سے گولی کی بجائے میخ نکل کر اُس کی دم چھیدتی ہوئی برف میں اتر گئی۔ ریچھ نے حقہ پھینک کر اچھلنا شروع کر دیا۔ مگر اب وہ کہاں جا سکتا تھا۔ میں کوڑا نکال کر اس پر برسانے لگا۔ وہ خاموشی سے پٹتا رہا لیکن جب پٹتے پٹتے گھبرا گیا تو اسے کھال چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔"

ڈالی ہنسنے لگی اور کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ "مگر ریچھوں کی دم کہاں ہوتی ہے۔"

"نہ ہوتی ہوگی۔" حمید لاپروائی سے بولا۔ "لیکن میں ہمیشہ دم دار ریچھوں کا شکار کرتا ہوں۔ بغیر دم کے ریچھ میرے ساتھی مارتے ہیں۔"

"کتنی بڑی ہوتی ہے ریچھ کی دم" ڈالی نے پوچھا۔

"کافی بڑی ہوتی ہے۔ لیکن زیادہ خاندانی قسم کے ریچھوں کی دُمیں کافی سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں۔"

حمید خاموش ہو گیا اور ڈالی کافی دیر تک ہنستی رہی۔

"آپ بڑے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مجھے اس پر بھی شبہ ہے کہ آپ کوئی پیشہ ور شکاری ہیں۔"

"کیا آپکے اس شبے کی بناء پر مجھے شکار ملنا بند ہو جائے گا" حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ارے آپ تو ناراض ہو گئے۔" ڈالی جلدی سے بولی۔ "میں نے تو یونہی مذاقاً کہہ دیا تھا۔"

''خیر ہوگا۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا اور کافی کی پیالی ایک طرف ہٹا کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

زوبیا اب بھی وہیں تھی، لیکن وہ آدمی جا چکا تھا۔ اب حمید نے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھے۔

''کیا آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں۔'' دفعتاً ڈالی نے پوچھا۔

''کیوں؟'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''وہ آپ کو بار بار اس انداز میں گھورتی ہے جیسے آپ نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو۔'' ڈالی نے ہنس کر کہا۔

''ہوسکتا ہے۔'' حمید نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

''یہ اپنے وینٹی بیگ میں ایک چھوٹا سا پستول رکھتی ہے۔''

''نہیں......!'' حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔

''ہاں...... ہاں...... میں نے خود دیکھا تھا۔ تین چار دن پہلے کی بات ہے۔ اُس حوض کے قریب جہاں بھورے رنگ کی بطخ تیرتی رہتی ہے اس کے ہاتھ سے وینٹی بیگ گر گیا تھا۔ وہ شائد اسے کھول کر کوئی چیز نکال رہی تھی۔ وہ گرا اور اس کی چیزیں گھاس پر بکھر گئیں۔ اُن میں ایک چھوٹا سا پستول بھی تھا۔''

''ممکن ہے وہ سگریٹ لائٹر رہا ہو۔ آج کل پستول کی ساخت کے سگریٹ لائٹر عام ہیں۔''

''ہوسکتا ہے مگر یہ لڑکی ویسے بھی بے حد پُراسرار معلوم ہوتی ہے۔''

''پُراسرار...... پُراسرار۔'' حمید اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔ ''میں آج تک یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ پُراسرار کیا بلا ہے۔''

''اگر کوئی ریچھ کسی برف کے تودے پر بیٹھا ستار بجاتا یا حقہ پیتا ہوا پایا جائے تو ہم اُسے پُراسرار ریچھ کہیں گے۔'' ڈالی نے کہا اور بیساختہ ہنس پڑی۔

''آپ میرا مضحکہ اڑا رہی ہیں۔''

''اوہ......آپ پھر بگڑ گئے۔ میں دراصل آپکو بتانا چاہتی تھی کہ پُراسرار کسے کہتے ہیں۔''

''دیکھئے! میں ایک سیدھا سادھا شکاری ہوں۔ مجھے الفاظ کی الٹ پھیر نہیں آتی۔''

''اسی لئے تو وہ ریچھ ستار بجا رہا تھا۔''

''بڑی مصیبت ہے۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''کہیئے تو کسی آدمی کی کھال کھینچ کر دکھادوں۔ ریچھ تو یہاں نہیں ملے گا۔''

''مگر آدمی کی دم کہاں ہوتی ہے۔''

''کیا آپ نے فلسفہ لے رکھا ہے۔'' حمید نے جھنجلا کر کہا۔

''فلسفے کو دم کی تلاش نہیں رہتی۔'' ڈالی سنجیدگی سے بولی۔

''حالانکہ فلسفی عموماً دم دار ہی ہوتے ہیں۔''

''بس تو پھر کسی فلسفی کی کھال کھینچ کر دکھا دیجئے۔''

''نہیں، یہ ناممکن ہے کیونکہ مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔'' حمید نے کہا اور ڈالی جھینپی ہوئی ہنسی ساتھ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

زوبیا وہاں سے جا چکی تھی۔ حمید ایک بے نام سی الجھن میں مبتلا ہو گیا۔

ڈالی حمید کو چھیڑتی رہی۔ لیکن حمید کچھ خاموش سا ہو گیا تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ پہلی ہی ملاقات میں زوبیا خود اُسے بھی پُراسرار معلوم ہوئی تھی۔

اب وہ بھی اٹھنا چاہتا تھا لیکن ڈالی جم سی گئی تھی۔

''مجھے بھی شکار کا بے حد شوق ہے۔'' اس نے کہا۔

''ہر شریف عورت کو ہونا چاہیئے۔''

''کیوں......؟''

''شریف عورتیں شوہر کو گولی نہیں مار سکتیں لیکن اکثر مار دینے کو دل چاہتا ہے۔ لہٰذا اگر شوہروں کے بجائے ریچھوں پر ہاتھ صاف کیا جائے تو قانون کو بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔''

''تو کیا آپ بھی......!'' وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور بمشکل تمام کہہ سکی ''شوہر سے مایوس

ہو کر ریچھوں کا شکار کرتے ہیں۔''

''نہیں! اب میں ریچھوں سے مایوس ہو کر بیوی کے باپ کی تلاش میں ہوں۔''

''کیا......آپ کی بیوی ساتھ نہیں ہیں۔'' ڈالی نے پوچھا۔

''آپ بہت موٹی عقل رکھتی ہیں۔ بغیر باپ کے بیوی کہاں سے پیدا کی جاسکتی ہے۔ آپ کے والد صاحب نیشنل فیکٹری کے منیجر ہیں نا......!''

''آپ گدھے ہیں۔'' ڈالی نے چڑ کر کہا۔

''اگر گدھے ہیں تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔''

''شٹ اپ......!'' اُس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا اور تالاب میں چھلانگ لگا دی۔

حمید اُسے تیرتا دیکھتا رہا۔ پھر وہ بھی اٹھا...... کپڑے پہنے اور وہاں سے چل پڑا۔ راہ میں وہ حوض پڑتا تھا جہاں بھورے رنگ کی بطخ ہر وقت تیرتی ہوئی پائی جاتی تھی۔ حمید اس بطخ کی کہانی کئی بار سن چکا تھا اور اس کی ہنسی بھی اڑا چکا تھا۔ ویسے لڑکیاں اس میں عام طور پر بے حد دلچسپی لیتی تھیں۔ کہانی ہی ایسی تھی کہ وہ بطخ بطخوں کی نسل کی لیلیٰ کہی جاسکتی تھی، ہیر کہی جاسکتی تھی اور شاید سوہنی بھی۔ کبھی اس حوض میں بطخوں کا جوڑا تیرا کرتا تھا مگر ایک دن بطخ کو سانپ نے ڈس لیا۔ پھر اس دن سے مادہ بطخ حوض سے باہر نکلتے نہیں دیکھی گئی۔ اگر کوئی اسے باہر نکالنے کی کوشش کرتا تو وہ چونچ پھیلا کر کاٹنے کو دوڑتی اور اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگتا۔

حوض کے قریب حمید کو زوبیا پھر نظر آئی۔ لیکن حمید کو دیکھتے ہی وہ آگے بڑھ گئی۔ حمید کو پھر بے تحاشہ غصہ آیا لیکن وہ غصہ رفتار پر اترا۔ یعنی وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب سے گذر کر آگے نکل گیا۔

اسی دن تین بجے شام کی بات ہے۔ اچانک پیراڈائز میں سنسنی پھیل گئی اور اس سنسنی کی ذمہ دار بطخوں کی ''سوہنی'' تھی۔ حمید تک یہ واقعہ فریدی ہی کی زبانی پہنچا۔ کیونکہ صبح کے غسل کے بعد سے اس کی طبیعت کچھ بھاری سی ہوگئی تھی اور وہ تالاب سے واپسی پر اب تک اپنے کمرے ہی میں رہا تھا۔ ممکن ہے اُسے خبر ہی نہ ہوتی لیکن چونکہ اس واقعہ کا تھوڑا بہت تعلق خود اسی کی

ذات سے بھی تھا اس لئے فریدی آندھی اور طوفان کی طرح اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

''وہ مر گیا۔'' فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

''کون......؟''

''جس سے پچھلی رات تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔''

''میرا دل دکھانے والے اسی طرح مر جاتے ہیں۔'' حمید بیوہ عورتوں کے سے انداز میں بولا۔

''بکواس مت کرو۔ تم نے خواہ مخواہ ایک الجھن میں ڈال دیا ہے۔''

''میں نے کیوں؟ اگر وہ مر گیا ہے تو یہ صرف میری بددعاؤں کا اثر ہوسکتا ہے۔ اور بددعاؤں سے قانون کو کوئی دلچسپی نہیں۔ مگر آپ پوری بات بھی تو بتایئے۔''

''اسے بھوری بطخ نے زخمی کر دیا تھا۔''

''ارے تو کیا وہ بھوری بطخ میری خالہ ہے۔'' حمید جھنجھلا گیا۔ پھر یک بیک چونک پڑا۔

''تو پھر......!''

''وہ اپنے کمرے تک پہنچتے پہنچتے گر کر مر گیا۔''

''کیا بطخ نے اُس کی گردن پکڑ لی تھی۔''

''نہیں پنڈلی میں کاٹا تھا۔''

''آپ شاید ابھی ابھی سو کر اٹھے ہیں۔''

''اُس نے شاید پچھلی رات والے جھگڑے کی بناء پر اپنی مونچھیں صاف کر دی تھیں۔''

''جھگڑا مونچھوں پر نہیں ہوا تھا۔''

''تم نہیں سمجھ سکتے کہ تم سے کون سی حماقت سرزد ہوئی ہے۔'' فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''وہ بطخ کے کاٹنے سے نہیں مرا۔ کوئی نہیں مر سکتا۔''

''پھر یہ سب کچھ افواہ ہوگی...... جایئے آرام کیجئے۔ آج میری طبیعت خلاف معمول ٹھیک نہیں ہے۔''

''اٹھو......!'' فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

حمید نے ایک طویل سانس کے ساتھ بستر چھوڑ دیا۔فریدی کہہ رہا تھا۔

''کسی کو بھی یقین نہیں ہے کہ اس کی موت بلغ کے کاٹنے سے واقع ہوئی ہوگی۔وہ لوگ پچھلی رات والے جھگڑے کا بھی حوالہ دے رہے ہیں اور انہیں اس پر حیرت ہے کہ مرنے والے نے اتنی شاندار مونچھیں کیوں صاف کردی تھیں۔''

حمید لباس تبدیل کرر ہا تھا۔فریدی کے خاموش ہوتے ہی اُس نے کہا۔''شاید ہماری قبروں میں بھی قتل ہوں گے۔شاعر نے شائد ہمارے ہی لئے کہا تھا کہ مر کر بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔وہ بہت غور سے حمید کی طرف دیکھ رہا تھا۔کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اب اس لڑکی سے تمہارے تعلقات قریب قریب ختم ہو چکے ہیں۔''

''ہاں یہ غلط نہیں ہے۔پچھلی شام جب میں نے اُسے مخاطب کرنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔''

''اوہ......!''

''اور......یہ حقیقت ہے کہ ہم اجنبیوں کیطرح ایک دوسرے کے قریب سے نکل جاتے ہیں۔''

''اس آدمی سے جھگڑا کس بات پر ہوا تھا......؟''

''اسی کے متعلق......لیکن میں نے کبھی اسے زوبیا کے ساتھ نہیں دیکھا اور نہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ ان دونوں میں دور کی بھی جان پہچان ہوسکتی ہے۔لیکن اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ میں زوبیا کے پیچھے نہ پڑوں۔''

''اس لڑکی کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔''

''بس اتنا ہی کہ اس کا نام زوبیا ہے۔''

''کہاں سے آئی ہے؟''

''یہ اس نے نہیں بتایا۔شاید میں نے یہ سب کچھ پوچھا ہی نہیں تھا۔''

''اچھا......بیٹھ جاؤ......!'' فریدی بھی بیٹھتا ہوا بولا۔

''میں سر کے بل کھڑا نہ ہو جاؤں۔'' حمید تقریباً ناچتا ہوا بولا۔ ''کھڑے ہو جاؤ...... کپڑے تبدیل کرو۔ بیٹھ جاؤ...... کیا میں کپڑے تبدیل کئے بغیر نہیں بیٹھ سکتا۔''

''میں نے لباس تبدیل کرنے کو نہیں کہا تھا۔'' فریدی مسکرایا۔

''کھڑے ہو جاؤ...... کہنے کا انداز تو یہی تھا کہ کفن پہنو اور قبر میں چھلانگ لگادو۔''

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھالیا۔ آپریٹر نے اطلاع دی کہ اسکی کال ہے۔

''کنکٹ کرو۔'' حمید نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں ایک نسوانی آواز آئی۔ ''ہیلو پرویز...... مجھے تمہارا شکر گذار ہونا چاہئے کہ تم نے اُس موذی سے مجھے نجات دلادی...... مگر میرے خدا...... میں اسے کیسے بھلاسکوں گی کہ ایک آدمی نے میرے لئے دوسرے کی جان لے لی تھی۔''

''کیا......؟'' حمید ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔ لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

نیلی شیشی

وہ ریسیور رکھ کر فریدی کی طرف مڑا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے یک بیک پلٹ کر ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو آپریٹر، یہ کال کہاں سے آئی تھی؟''

''اوہ...... یہ بتانا دشوار ہے جناب۔''

''کیا ہوٹل کے کسی کمرے سے۔''

''نہیں...... یہ کال یہاں کی نہیں ہو سکتی۔ شہر کی ہو سکتی ہے۔''

''تم سے غلطی تو نہیں ہوئی۔ یہ کال میری نہیں ہو سکتی۔''

''آپ روم نمبر ستاون ہی سے بول رہے ہیں نا۔''

''ہاں بھئی۔''

''تب تو یہ آپ ہی کی کال تھی۔ بولنے والے نے روم نمبر ستاون ہی مانگا تھا۔''

''تب پھر بولنے والی ہی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' حمید نے جھنجھلا کر ریسیور رکھ دیا۔

''کیا بات ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

حمید نے اسے کال کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ ''یہ آواز زوبیا کی نہیں ہوسکتی، مجھے یقین ہے۔''

''چلو...... میں نے بھی یقین کرلیا۔'' فریدی مسکرایا۔ ''اور تم نے یہ بھی اچھا کیا کہ آپریٹر سے اس سلسلے میں اتنی بحث کرڈالی۔ اب وہ اس کال کو کبھی نہ بھلا سکے گا۔ کیا بولنے والی نے تمہیں نام لے کر مخاطب کیا تھا؟''

''جی ہاں...... یقیناً۔'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اس نے نام لیا تھا۔''

''یہ بڑی اچھی بات ہے۔'' فریدی بڑبڑایا۔ ''اگر تمہارے جھگڑے کی داستان پولیس تک پہنچی تو مزہ آجائے گا۔''

''اگر پھانسی پا جاؤں تو قوالی کرادیجئے گا تاکہ پڑوسیوں کو بھی مزہ آجائے۔'' حمید چڑ گیا۔

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''تم میری اجازت کے بغیر ایک منٹ کے لئے بھی باہر نہیں جاؤ گے۔''

''آپ کہاں جارہے ہیں؟''

''میں اس لڑکی زوبیا کو چیک کروں گا۔ اگر وہ کال اسی کی تھی تو اُسے اس کے لئے لازمی طور پر شہر جانا پڑا ہوگا اور شہر سے اتنی جلدی واپسی ناممکن ہے۔''

فریدی چلا گیا اور حمید بور ہوتا رہا۔ ویسے وہ اس حادثے کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ کیا اس بطخ کی چونچ زہریلی ہے۔ لیکن اگر یہ بات ہوتی تو کوئی عورت حمید کو اس کیس میں الجھانے کی کوشش کیوں کرتی۔ بطخ صرف انہی لوگوں پر حملہ کرتی تھی جو اسے پانی سے نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ کیا اس آدمی نے بھی اس قسم کی کوئی حرکت کی تھی۔ اسی سلسلے میں حمید کو یہ بھی یاد آگیا کہ تالاب سے آتے وقت اسے زوبیا ملی تھی اور اس نے اسے بطخ والے حوض ہی کے پاس کھڑے دیکھا تھا۔ آخر وہ وہاں کیا کررہی تھی۔

کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔حمید چونک پڑا۔

''کون ہے؟ آجاؤ۔'' حمید نے کہا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ڈالی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔اسکے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔حمید کرسی سے اٹھ گیا۔

''اوہ......بیٹھو بیٹھو۔'' ڈالی نے کہا۔اس کی سانس پھول رہی تھی۔ وہ ایک کرسی پر ڈھیر ہوتی ہوئی بولی۔''یہ کیا مصیبت ہے۔آج ہی تو ہماری دوستی ہوئی تھی۔''

''کیا مطلب......؟''

''میں بڑی مشکل سے آپ کا روم نمبر معلوم کر کے یہاں تک پہنچی ہوں۔کیا آپ نے اس بطخ کا واقعہ سنا۔''

''ہاں مجھے معلوم ہوا ہے اس نے کسی آدمی پر حملہ کیا تھا اور وہ آدمی اتنا چوہا تھا کہ اس کے حملے کی تاب نہ لا کر چل بسا۔''

ڈالی حمید کو گھورنے لگی اور حمید کو اس کی آنکھوں سے شبہ جھانکتا ہوا نظر آیا۔

''مگر آپ نے ابھی اس نئی دوستی کا حوالہ کیوں دیا تھا۔'' حمید نے پھر کہا۔

''وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ پچھلی شام اس کا شکاری پرویز سے جھگڑا ہو گیا تھا۔''

''اس لئے شکاری پرویز نے بطخ کا بھیس بدل کر اُسے ختم کر دیا۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔''کیا لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ جھگڑے کے وقت اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں۔ لیکن اب لاش سے مونچھیں بھی ندارد ہو گئی ہیں۔''

''ہاں......ہاں......وہ اس کے متعلق بھی کہہ رہے ہیں پولیس آ گئی ہے۔''

''ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اسکی موت کسی بہت ہی سریع الاثر قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہے۔''

''زہر......!'' حمید نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں......اس کا سارا جسم نیلا پڑ گیا ہے۔''

حمید خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔''تو آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس میں میرا ہی ہاتھ ہے۔''

''نہیں...... میں تو یہ نہیں سمجھتی۔ میں آپ کو اس کی اطلاع دینے آئی تھی۔''

''اچھا تو پھر مجھے اس حادثے سے اتنا بے تعلق سمجھتی ہیں کہ مجھے اسکی خبر ہی نہ ہونی چاہئے۔''

''میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیوں دوڑی آئی ہوں۔''

حمید اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا اور اس نے پلکیں جھکالیں۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''آج تقریباً دس بجے اس نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔''

''کس نے......؟''

''مرنے والے نے۔''

''اوہو...... کیا گفتگو ہوئی تھی؟'' حمید پر اشتیاق لہجے میں آگے جھک آیا۔

''اس نے یہی پوچھا تھا کہ کیا میں آپ کو بہت دنوں سے جانتی ہوں۔''

''پھر آپ نے کیا جواب دیا......؟''

''یہی کہ ہم آج ہی ملے تھے۔''

''پھر......؟''

''اس نے بہت بُرے لہجے میں کہا تھا کہ آپ ایک خطرناک آدمی ہیں۔''

حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔ ''اور آپ اس کے باوجود بھی دوڑی آئیں۔''

''مجھے اسکی بکواس پر اب بھی یقین نہیں ہے۔ مگر اس سے آپکا جھگڑا کس بات پر ہوا تھا۔''

''کیا ان گدھوں نے پولیس کو یہ نہیں بتایا کہ اس نے میری جیب سے پرس نکال لیا تھا۔''

''جی ہاں اس کا بھی تذکرہ تھا۔''

''تو اب مجھے پولیس کا منتظر رہنا چاہئے۔''

''یقیناً......!''

''تو بس پھر آپ فوراً یہاں سے چلی جایئے۔''

''کیوں......؟''

''ورنہ شاید آپ بھی اس معاملے میں الجھائی جائیں۔''

''آپ کو پولیس سے خوف نہیں معلوم ہوتا'' ڈالی نے پوچھا۔

''مجھے صرف اُن لڑکیوں سے خوف معلوم ہوتا ہے جو خود کو بیوقوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''مطلب وہی لڑکیاں بتا سکیں گی۔''

ڈالی اُسے چند لمحے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''ڈاکٹر کا خیال ہے کہ زہر اُسی زخم سے سارے جسم میں پھیلا ہے۔''

''میں ڈاکٹر نہیں ہوں کہ اس کے خیال کی تائید یا تردید کر سکوں گا۔''

''اگر آپ شبہے کے تحت گرفتار کر لئے گئے تو......؟''

''کافی فائدہ ہوگا......وہ رقم بچے گی جو اس مہنگے ہوٹل میں صرف ہونے والی ہے۔ اس طرح میں مفت سیزن گذار سکوں گا۔ ظاہر ہے کہ وہ مجھے رام گڈھ ہی کے جیل میں رکھیں گے۔''

''آہا......!'' ڈالی مسکرائی۔ ''تب تو میں یہاں ضرور ٹھہروں گی۔ میں دیکھوں گی کہ آپ پولیس سے کس طرح نپٹتے ہیں۔''

''میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

اس نے لاکھ کوشش کی کہ وہ چلی جائے لیکن ڈالی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ حمید کو دراصل فریدی کا خیال تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایسے میں فریدی آ گیا تو وہ اور زیادہ مشتعل ہو جائے گا۔

''آپ پولیس کو کیا بیان دیں گے؟'' ڈالی پھر بول پڑی۔

''بیان......جو کچھ آپ بتائیں گی۔''

''اوہو......شاید آپ سچ مچ نہیں چاہتے کہ میں یہاں ٹھہروں۔''

''اس میں آپ کی بھلائی مضمر ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ بھی پولیس کی لسٹ پر آ جائیں۔''

ڈالی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اٹھتی ہوئی بولی۔ ''اچھی بات ہے۔ لیکن اگر آپ حراست میں لے لئے گئے تو مجھے بے حد افسوس ہوگا۔''

''میں اس ہمدردی کے لئے مشکور ہوں۔'' حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی موجودگی میں فریدی کی واپسی ہو۔

ڈالی چلی گئی۔ حمید اب اس کے متعلق بھی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ تو ایک لڑکی تھی ایسے مواقع پر مرد بھی اُس سے کسی قسم کا تعلق ظاہر کرنے سے کتراتے۔ لیکن وہ اسے بتانے آئی تھی کہ پولیس اس پر شبہ کرسکتی ہے، حالانکہ ان کی جان پہچان کی عمر آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے گویا سالہا سال کے تعلقات کا ساحق ادا کر دیا تھا۔

ڈالی کے جانے کے پندرہ منٹ بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ حمید نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک باوردی کانسٹیبل موجود تھا۔

''پرویز صاحب۔'' اس نے پوچھا۔

حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر تحیر کے آثار پہلے ہی پیدا کر لئے تھے۔

''کیا آپ منیجر کے کمرے تک تکلیف کرسکیں گے؟''

''کیوں......؟'' حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''ڈی ایس پی سٹی آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

حمید کو علم تھا کہ آج کل ڈی ایس پی سٹی ماتھر نہیں ہے۔ اُس کا یہاں سے تبادلہ ہو چکا تھا۔ حمید سوچنے لگا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ دفعتاً اُسے فریدی نظر آیا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

اُس نے آتے ہی کہا۔ ''یہ خبر سچ ہی تھی کہ وہ آدمی مر گیا جس سے پچھلی رات تمہارا جھگڑا ہوا تھا۔''

''کیا بلّخ ہی کے کاٹنے سے مرا ہے؟''

''ہاں...... پولیس شاید اس سلسلے میں تمہارا بیان چاہتی ہے۔''

''میرا بیان کیوں؟''

''پتہ نہیں...... میں بھی بیان ہی دے کر آ رہا ہوں۔''

''آخر ہم سے کیا غرض۔''

''پتہ نہیں......اب جاؤ۔''

حمید کانسٹیبل کے ساتھ چلنے لگا۔

''آخر آپ لوگ میرا بیان کیوں چاہتے ہیں۔'' حمید نے کانسٹیبل سے پوچھا۔

''پتہ نہیں جناب! ڈی ایس پی صاحب جانیں۔''

حمید منیجر کے کمرے میں داخل ہوا۔ یہاں تین پولیس آفیسر موجود تھے۔ایک ڈی ایس پی اور دو سب انسپکٹر۔

ڈی ایس پی نے حمید کو نیچے سے اوپر تک گھور کر کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تشریف رکھئے۔''

حمید کافی شریفانہ انداز میں اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

''آپ فیروز کو کب سے جانتے ہیں؟'' ڈی ایس پی نے پوچھا۔

''کون فیروز......!'' حمید نے حیرت ظاہر کی۔

''وہی جس سے پچھلی رات آپ کا جھگڑا ہوا تھا۔''

''اوہ......وہ......گرہ کٹ۔''

''آپ اُسے کب سے جانتے ہیں۔''

''اگر میں پہلے سے جانتا ہوتا تو میرے قریب ہی کیوں آتا۔''

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ اُس نے آپ کی جیب سے پرس نکالا تھا۔''

''جن لوگوں نے آپ کو اس کی اطلاع دی ہے کیا انہوں نے آپ کو نہیں بتایا۔''

''آپ کسی ایسے آدمی کا نام لیجئے جو اس وقت وہاں موجود تھا۔''

''میں کسی کو بھی نہیں پہچانتا اور پھر اس وقت مجھے اتنا ہوش کہاں تھا کہ میں حاضرین کی فہرست مرتب کرتا۔''

''تو آپ نشے میں تھے۔''

''نہیں...... میں غصے میں تھا۔''

''اور آپ کا غصہ آج تک برقرار رہا۔''

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں۔'' حمید نے کہا۔

''کیا آپ کو علم ہے کہ وہ مر گیا؟''

''ہاں کچھ دیر پہلے میں نے سنا تھا۔''

''آپ کہاں تھے؟''

''اپنے کمرے میں۔''

''کس وقت سے کس وقت تک آپ اپنے کمرے میں رہے۔''

''نو بجے سے اس وقت تک۔''

''درمیان میں آپ باہر نہیں نکلے۔''

''نہیں۔''

''ہم آپ کے سامان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' حمید نے جواب دیا۔ ''کیا آپکے پاس تلاشی کا وارنٹ ہے۔''

''اوہ......!'' ڈی ایس پی مسکرایا۔ ''آپ سمجھتے نہیں۔ یہ ایک ضمنی سی کارروائی ہے۔''

''کیسی بھی ہو۔ وارنٹ کے بغیر آپ میرے سامان میں ہاتھ بھی نہ لگا سکیں گے۔ اتنا قانون میں بھی جانتا ہوں۔''

''پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ قانون دانوں کے ساتھ ہم ذرہ برابر بھی رعائت نہیں کرتے۔'' ڈی ایس پی کی مسکراہٹ بدستور برقرار رہی۔

''نہیں...... مجھے اس کا علم نہیں تھا۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔

''اب ہو جائے گا۔'' ڈی ایس پی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''ہم وارنٹ حاصل کئے بغیر محض شبہے کے تحت آپکو حراست میں لے سکتے ہیں۔ کیونکہ اسکی موت زہر کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔''

''آہا...... تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے لطخ کا بھیس بدل کر اس پر حملہ کیا ہوگا۔''

''مسٹر......!'' ڈی ایس پی غرایا۔ ''ہوش میں آیئے۔ آپ اپنا بیان دے رہے ہیں اور اسے آپ کے خلاف عدالت میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔''

''میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں عدالت میں دہرانہ سکوں۔''

ڈی ایس پی نے ایک سب انسپکٹر کی طرف مڑ کر کہا۔ ''انہیں کوتوالی لے جاؤ اور حراست میں رکھو۔''

''لیکن اس کے باوجود بھی تلاشی کے وارنٹ کے بغیر میرے سامان میں ہاتھ نہیں لگاسکیں گے اور تلاشی کے وقت میری موجودگی ضروری ہوگی اور اس سے قبل میں تلاشی لینے والوں کی جامہ تلاشی لوں گا۔''

ٹھیک اسی وقت فریدی کمرے میں داخل ہوا۔

''میں آپ کے ساتھی کو حراست میں لے رہا ہوں۔'' ڈی ایس پی نے فریدی سے کہا۔

''جو آپ مناسب سمجھیں۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''یہ مجھے قانون پڑھانے کی کوشش کررہے ہیں۔''

''حالانکہ یہ قانون کی ابجد سے بھی نابلد ہے۔'' فریدی مسکرایا۔

''تشریف رکھیے۔'' ڈی ایس پی نے اس سے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ''میں صرف ان کے سامان کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔''

''تمہیں کیا اعتراض ہے؟'' فریدی نے حمید سے پوچھا۔

''تلاشی کا وارنٹ۔''

''بکواس ہے۔'' فریدی نے کہا۔ پھر ڈی ایس پی سے بولا۔ ''نہیں جناب آپ لیجیے۔ بھلا آپ کوئی کام خلاف قانون کیوں کرنے لگے۔''

حمید کچھ دیر تک اس کے خلاف احتجاج کرتا رہا۔ پھر اس نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔

تھوڑی دیر بعد تلاشیاں شروع ہوگئیں۔ فریدی کا سامان بھی الٹ پلٹ کر ڈالا گیا لیکن ڈی ایس پی کے بیان کے مطابق کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوسکی۔ ویسے اس نے ان

دونوں پر پابندی ضرور عائد کردی تھی کہ وہ اسکی اجازت کے بغیر رام گڈھ نہیں چھوڑ سکیں گے۔

اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ آئندہ حالات پوسٹ مارٹم کی رپورٹ پر منحصر ہیں۔ اس کے بعد ہی وہ فیصلہ کر سکے گا کہ وہ دونوں کس پوزیشن میں ہیں۔

تقریباً آٹھ بجے رات کو پولیس والے پیراڈائیز سے رخصت ہوئے۔

فریدی حمید کے کمرے میں موجود تھا اور اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ پھر اُس نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اُسے حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''کیا یہ شیشی تمہاری ہے؟''

حمید اُسے ہاتھ میں لیکر دیکھتا رہا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی سیال تھا۔ شیشی نیلے رنگ کی تھی۔

''نہیں......!'' اس نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''لیکن یہ مجھے اسی کمرے میں ملی تھی۔ اسی کرسی کے نیچے۔'' فریدی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

حمید کسی سوچ میں پڑ گیا اور فریدی پھر بولا۔ ''لیکن تلاشی کے قبل ہی یہ میرے قبضے میں آچکی تھی۔''

حمید نے پھر اس کرسی کی طرف دیکھا۔ ڈالی اسی کرسی پر کافی دیر تک بیٹھی رہی تھی۔

''آخر یہ ہے کیا بلا......؟''

''یہ سوچو کہ جب یہ تمہاری نہیں ہے تو اس کمرے میں کیسے آئی۔''

''آپ کے جانے کے بعد یہاں ایک لڑکی آئی تھی۔'' حمید ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔

''کون لڑکی......؟'' فریدی غرایا۔

''ایک یوریشین......ڈالی......اس کا باپ تارجام کی نیشنل آئرن فیکٹری کا منیجر ہے۔''

''نیشنل آئرن فیکٹری۔'' فریدی بڑبڑایا۔ پھر غصیلی آواز میں بولا۔ ''کہیں تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔''

''گھاس نصیب ہوجاتی تو میں خدا کا شکر بجالاتا۔ شام کی چائے تو ان گدھوں کی نذر ہوگئی۔''

''تار جام میں کوئی نیشنل آئرن فیکٹری نہیں ہے۔'' فریدی بولا۔

''کیا؟'' حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''حمید کہیں مجھے سچ مچ تم پر پابندیاں نہ لگانی پڑیں۔''

''آپ خفا کیوں ہوتے ہیں۔ دیکھئے نا میری بدولت آپ کے لئے تفریح مہیا ہوگئی۔ کیا یہ ایک شاندار کیس نہیں ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ''اب دیکھنا یہ ہے کہ اس شیشی میں کیا ہے۔''

''ٹھہریئے۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''یہ ابھی تک نہ معلوم ہو سکا کہ بطخ نے حملہ کیسے کیا تھا۔''

''کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اُسے حوض سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''تب پھر کسی نے اس کا مشورہ دیا ہوگا۔''

''ضروری نہیں ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بطخ کی چونچ پہلے ہی زہر آلود کر دی گئی ہوگی۔''

''پھر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''کیا بطخ اس صورت میں زندہ رہ سکتی ہے؟'' فریدی بولا۔

''پھر آخر...... یہ کیسے ہوا۔''

''کسی نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اگر اُس پر بطخ حملہ نہ کرتی تب بھی وہ آج ختم ہی کر دیا جاتا اور چونکہ پچھلی رات تم سے جھگڑا ہو چکا تھا اس لئے تم ہی اس کیس میں الجھائے جاتے لیکن اس کی پشت پر جو کوئی بھی ہے کافی ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ پہلے تمہارے لئے فون پر کال آئی اور اس کے بعد یہ شیشی۔ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ اس کمرے کی تلاشی کے بعد ہی ٹیلی فون آپریٹر نے پولیس کو اپنی رپورٹ دے دی تھی اور یہ رپورٹ اسی کال کے متعلق تھی۔''

''میرے خدا۔'' حمید اپنا سر سہلانے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''تو میں پھنس جاؤں گا۔''

''اب تم یوریشین لڑکی سے کترانے کی کوشش نہ کرنا۔''

''اب تو میں اسے دل کی ملکہ بناؤں گا...... مگر وہ لڑکی......!''

''کیا اب اور کوئی بھی ہے۔'' فریدی جھلا گیا۔

''وہ لڑکی جس کے لئے جھگڑا ہوا تھا۔''

''وہ تو اس یوریشین سے بھی زیادہ پراسرار معلوم ہوتی ہے۔ تمہارے لئے کال آنے کے بعد میں اسی کو چیک کرنے گیا تھا لیکن وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔''

اچانک کسی نے دروازے کو دھکا دیا اور وہ دونوں چونک پڑے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ حمید نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

ڈالی سامنے کھڑی تھی۔ حمید پیچھے ہٹ آیا۔ وہ فریدی کو دیکھ کر ٹھٹکی مگر پھر اندر آ گئی۔

''اچھا بھئی! میں تو اب چلا۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

''اوہ......کیا میں مخل ہوئی ہوں۔'' ڈالی نے حمید سے پوچھا۔

''قطعی نہیں......!'' فریدی مسکرایا۔ ''آپ تشریف رکھئے۔''

''یہ میرے ساتھی مسٹر سلیم ہیں۔'' حمید نے دونوں کا تعارف کرایا۔ ''اور آپ مس ڈالی پرکنس ہیں۔''

''بڑی خوشی ہوئی۔'' فریدی قدرے جھک کر بولا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

وہ تفریح گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس ٹریجڈی کے باوجود بھی پیراڈائیز کی رونق میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ تفریح گاہ حسب معمول قہقہوں سے گونج رہی تھی اور لاؤڈ اسپیکر پر اشتہارات نشر ہو رہے تھے۔

فریدی اس میز پر جا بیٹھا جو حمید کے لئے مخصوص تھی۔ وہ دراصل زوبیا کی تلاش میں تھا۔

دفعتاً اسے آٹھ بیماروں کی کرسیاں نظر آئیں جنہیں آٹھ آدمی دھکیلتے ہوئے رقص گاہ میں لائے تھے۔ ان پر تین عورتیں اور پانچ مرد نڈھال پڑے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سالہا سال سے بیمار ہوں۔

ٹھیک اسی وقت لاؤڈ سپیکر کے ہارن سے آواز آئی۔ ''یہ دیکھئے یہ آٹھ نیم مردہ رقاص ہیں۔ یہاں قیام کرنے والوں میں کچھ ڈاکٹر بھی ہوں گے۔ اگر وہ چاہیں تو اُن کا طبی معائنہ

کر کے خود کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس حالت کو پہنچے ہوئے لوگ چار قدم بھی نہیں چل سکتے لیکن یہ لوگ ایک ایک گلاس پٹرول پی کر آندھیوں کے منہ بھی موڑ دیں گے۔ کیا ڈاکٹر صاحبان براہِ کرم تھوڑی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

لوگ چاروں طرف سے اٹھنے لگے تھے۔ فریدی بھی اٹھا اور ان آٹھوں انلویلڈ چیئرز کے گرد سینکڑوں آدمی نظر آ رہے تھے۔ لاؤڈ سپیکر سے پھر آواز آئی۔ ''براہِ کرم اب اپنی میز پر تشریف لے جایئے۔ انہیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چل بسے۔ صرف وہ ڈاکٹر صاحبان ٹھہریں جو ان کا معائنہ کرنا چاہتے ہیں۔''

بھیڑ ہٹنے میں بھی تقریباً پندرہ منٹ صرف ہو گئے۔ فریدی نے انہیں دیکھا۔ وہ سچ مچ بہت زیادہ لاغر نظر آ رہے تھے۔ عورتیں کم عمر بھی تھیں اور حسین بھی لیکن ضعف نے ان کی ساری دلکشی چھین لی تھی اور وہ مردوں سے بھی بدتر نظر آ رہی تھیں۔

اب ان کی کرسیوں کے پاس چھ آدمی نظر آ رہے تھے اور یہ لازمی طور پر ڈاکٹر تھے۔ وہ انہیں دیکھتے رہے اور پھر جیسے ہی وہ اپنی میزوں کی طرف مڑے تو لاؤڈ سپیکر سے آواز آئی۔ ''کیا آپ حضرات مائیک پر تشریف لانے کی زحمت گوارا کریں گے تاکہ دوسرے لوگ بھی معائنے کے نتائج سے آگاہ ہو سکیں۔''

وہ لوگ جہاں تھے وہیں رک کر کچھ مشورہ کرنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی اس طرف چلا گیا جہاں مائیک تھا اور بقیہ لوگ اپنی میزوں کی طرف چلے آئے۔

تھوڑی دیر بعد لاؤڈ سپیکر سے آواز آئی۔ ''ہم چھ ڈاکٹروں نے ان لوگوں کو بغور دیکھا ہے۔ یہ مختلف قسم کی بیماریوں سے نجات پائے ہوئے لوگ ہیں لیکن ابھی اتنے کمزور ہیں کہ شاید اپنے پیروں سے چل بھی نہ سکیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ آخر وہ رقص کس طرح کریں گے۔ بہر حال ان کے اعصاب کی جو حالت ہے اس کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ رقص کرنے کی کوشش ہی انہیں موت کے منہ میں لے جا سکتی ہے۔ ان کا ہارٹ فیل ہو سکتا ہے۔ ہم انہیں اس حالت میں رقص کرنے کی اجازت کبھی نہ دیں گے۔''

ڈاکٹر کے بعد پھر معلن کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا ''ڈاکٹرز کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ لوگ رقص کرنے کے قابل نہیں ہیں اور یہ فیصلہ ان ڈاکٹروں کا ہے جو ملک کے بہترین دماغ تسلیم کئے جا چکے ہیں۔اب آپ دیکھئے گا کہ وہ کس طرح رقص کرتے ہیں۔''

معلن کے آخری الفاظ رقص گاہ کے سکوت میں گم ہو گئے۔

دفعتاً ایک طرف سے ایک ٹرالی نمودار ہوئی جس پر ارغوانی رنگ کے کسی مشروب کے آٹھ گلاس رکھے ہوئے تھے اور ایک بار پھر لاؤڈ سپیکر گرجنے لگا۔

''یہ دیکھئے......ان بے جان مشینوں کا پٹرول آ گیا۔''

ٹرالی انویلڈ چیئرز کے پاس پہنچ چکی تھی۔نیم مردہ رقاصوں کے ہونٹوں سے گلاس لگا دیئے گئے۔شاید وہ اپنے ہاتھوں سے گلاس پکڑنے کی بھی سکت نہیں رکھتے تھے۔

انہوں نے چشم زدن میں گلاس خالی کر دیئے۔فریدی بہت توجہ اور دلچسپی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر آرکسٹرا موسیقی بکھیرنے لگا اور رقص گاہ میں چاروں طرف سے فوکس لائٹ پڑنے لگی۔پندرہ منٹ گذر گئے پھر جیسے موسیقی کلائمکس پر پہنچی ایک عورت انویلڈ چیئر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آ گئی اور گھنگھروؤں کی جھنکار دور تک پھیلتی چلی گئی۔

پھر گھنگھروؤں کی جھنکاروں کا طوفان آ گیا کیونکہ وہ سب پہیئے دار کرسیوں سے کود پڑے تھے اور حیرت انگیز رقص شروع ہو چکا تھا۔جس کیلئے پچھلی رات سے اعلان ہوتے آ رہے تھے۔

فریدی نے ان ڈاکٹروں کو رقاصوں کی طرف جاتے دیکھا جو کچھ دیر پہلے ان کا طبی معائنہ کر چکے تھے۔وہ بھی اٹھا۔وہ ان رقاصوں کو قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔

''کیا آپ بھی ڈاکٹر ہیں۔'' ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

''ہاں......پہلے میں اسے مذاق سمجھا تھا۔'' اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

رقاص سچ مچ طوفانی رقص کا مظاہرہ کر رہے تھے۔فریدی نے انہیں قریب سے دیکھا۔ اب ان کے چہروں پر اضمحلال کی بجائے صحت مند سرخی تھی اور آنکھیں حیرت انگیز طور پر چمک

رہی تھیں۔ وہ ناچتے رہے۔ رقص لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتا رہا۔ دوسری طرف سازندوں کا بُرا حال تھا۔ ان کے چہرے پسینے سے بھیگ گئے تھے اور وہ بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ خصوصاً ان کی حالت بہت ابتر تھی جو منہ سے پھونکے جانے والے ساز بجا رہے تھے۔ پیانسٹ کو اپنی اُنگلیاں ٹوٹتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ وائیلنسٹ کے بازو شل ہو گئے تھے۔ رقاص ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے بلکہ انہیں رقاصوں کا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ بیس منٹ گذرنے کے بعد ایک سازندہ اپنی بنسری پھینک کر کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔ پیانسٹ نے ہاتھ روک لئے لیکن رقاصوں کے پیر نہ تھکے۔ اب وہ ایک رفتار پر جم گئے تھے۔ مگر یہ رفتار بھی شاید عام رقاصوں کے بس کی نہیں تھی۔

آدھے گھنٹے تک رقص ہوتا رہا اور پھر اچانک رقاصوں کے پیر رک گئے۔ آرکسٹرا بھی خاموش ہو گیا۔ وہ ایک قطار میں کھڑے تھے اور ڈاکٹر ایک بار پھر ان کا معائنہ کر رہے تھے۔ فریدی بھی ان میں شامل تھا۔ پتہ نہیں اُس بار اُس نے کیا رائے قائم کی تھی لیکن ڈاکٹروں کی رائے سے اسے بھی متفق ہونا پڑا کیونکہ ایک ڈاکٹر ہی کی حیثیت سے وہ ان رقاصوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ ورنہ شاید صدیاں گذر جاتیں لیکن وہ ان کے قریب نہ جا سکتا۔ کیونکہ ہوٹل کا عملہ عام آدمیوں کو ان کے قریب جانے سے روک رہا تھا۔ کچھ دیر بعد لاؤڈ سپیکر پھر چیخنے لگا۔ ''اب سنئے! ڈاکٹر کاظمی کیا فرماتے ہیں۔ ان حضرات نے رقص سے قبل بھی رقاصوں کا طبی معائنہ کیا تھا۔ اس وقت انکی رائے تھی کہ یہ لوگ اپنی جگہوں سے ہلنے کے قابل بھی نہیں ہیں لیکن اب سنئے ڈاکٹر صاحبان کیا فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر کاظمی جو کچھ بھی فرمائیں گے وہ بقیہ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ ہوگا۔''

لاؤڈ سپیکر خاموش ہو گیا۔ رقاص رقص گاہ سے جا چکے تھے لیکن اُن کی انویلڈ چیئرز وہیں خالی پڑی تھیں۔ کیونکہ وہ اپنے پیروں سے چل کر گئے تھے۔

لاؤڈ سپیکر سے پھر آواز آئی۔ ''حضرات میں ڈاکٹر کاظمی آپ سے مخاطب ہوں۔ میں عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں کہ بیسویں صدی میں بھی معجزات کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اب اگر کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی ان رقاصوں میں ایک فیصد بھی نقاہت بھی ثابت کر دے تو میں زندگی بھر کی لئے خط غلامی رکھ دوں گا۔ یقیناً یہ اُسی مشروب کا اثر معلوم ہوتا ہے جو رقص

سے پہلے ان لوگوں نے پیا تھا۔

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا۔ پھر معلن کی آواز آئی۔ ''آپ نے غور فرمایا۔ آخر ان مردہ جسموں میں زندگی کی لہر کیسے دوڑ سکی۔ کیا یہ واقعی کوئی معجزہ تھا۔ مگر نہیں یہ معجزات کا زمانہ نہیں ہے بلکہ سائنسی دور ہے۔ جب بے جان مشینیں حرکت کرسکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مشینوں کو بنانے والا نقاہت کا شکار ہو کر چارپائی سے لگ جائے۔ اگر مشینوں کو پٹرول حرکت میں لاسکتا ہے تو آدمی ایسی چیزیں بھی دریافت کرسکتا ہے جو مردہ جسموں کو حرکت میں لاسکے۔ یہ مشروب جسے یہ رقاص اپنا پٹرول کہتے ہیں دراصل اسی قسم کی ایک دریافت ہے اور اس دریافت کا سہرا ڈاکٹر اسفند یار کے سر ہے کون ایسا ہے جو اس پراسرار ڈاکٹر کے نام سے واقف ہو۔ اس عظیم انسان نے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر بھی انسانیت کی کتنی خدمت کی ہے اس کا اندازہ ہر ایک کو ہے، نہ جانے کتنی لاعلاج بیماریوں کا علاج اس عظیم آدمی نے اب تک دریافت کیا ہے۔ کیا ہم میں سے کوئی بھی اس سے انکار کرسکتا ہے۔ یہ مشروب اب تجرباتی دور سے گذر چکا ہے۔ عنقریب اسے آپ انرجین کے نام سے ہر دوا فروش سے خرید سکیں گے۔''

''لاحول ولاقوۃ۔'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''تو یہ اشتہار تھا۔''

اکثر جگہوں سے قہقہے بلند ہوئے اور ایک طرف سے آواز آئی۔ ''اعلان کرنے والے کی ٹانگ پکڑ کر یہاں کھینچ لاؤ۔''

اس طرح کے بہتیرے جملے سنے جاتے رہے اور پھر کچھ دیر بعد رمبا کے لئے موسیقی شروع ہوگئی۔ اس سے پہلے حمید کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا لیکن اب وہ اسی لڑکی کے ساتھ اپنی میز کی طرف آتا دکھائی دیا جسے فریدی اس کے کمرے میں چھوڑ کر آیا تھا۔

فریدی بیٹھا رہا اور وہ دونوں بھی اُسی میز پر آگئے۔

''کل میں اس رقص کے اعلان کو اپریل فول سمجھا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''میں اب بھی اسے اپریل فول ہی سمجھتا ہوں۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''اف فوہ۔'' ڈالی ہنس پڑی۔ ''اشتہار بازی کا بالکل نیا اور نفسیاتی طریقہ اس انرجین کو

کون بھلا سکے گا۔ لوگ اس کے مارکٹ میں آتے آتے صبر کا دامن چھوڑ بیٹھیں گے۔"

"اس میں تو شک نہیں۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ لیکن وہ ڈالی کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

رقص شروع ہونے والا تھا لوگ اٹھ اٹھ کر پختہ فرش کی طرف جا رہے تھے۔

حمید اور ڈالی بھی اٹھے۔ فریدی وہیں بیٹھا رہا۔ اُسے اب بھی زوبیا کی تلاش تھی مگر وہ کہیں نظر نہ آئی۔

دفعتاً اس کی نظر اس آدمی پر پڑی جو ڈاکٹر کاظمی کے نام سے مائیکروفون پر رقاصوں کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتا رہا تھا۔ فریدی یہ دیکھ کر اٹھا کہ ڈاکٹر کاظمی اپنی میز پر تنہا ہے۔

"اوہ...... تشریف رکھئے۔" ڈاکٹر کاظمی نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "آپ بھی تو شاید ہم لوگوں میں سے تھے۔"

"جی ہاں...... مجھے بھی یہ شرف حاصل ہوا تھا۔" فریدی مسکرایا۔

"مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا ہے۔" ڈاکٹر کاظمی نے کہا۔

"کیسی حماقت......؟"

"ارے یہی! مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ کسی قسم کا اشتہار ہوگا۔"

"لیکن ہماری رپورٹ غلط تو نہیں تھی۔"

"قطعی نہیں...... وہ لوگ حیرت انگیز طور پر کمزور تھے۔ حیرت انگیز اس لئے کہہ رہا ہوں کہ نقاہت کی اس اسٹیج پر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"کیا وہ ڈاکٹر کبھی منظر عام پر نہیں آیا۔"

"نہیں...... اور نہ ہی معلوم کیا جا سکا ہے کہ وہ رہتا کہاں ہے۔ مگر یہ بھی ایک نئی چیز ہے۔ کم از کم اسفندیار سے اس کی توقع نہیں رکھتا تھا کہ وہ اپنی کسی ایجاد کو شہرت دینے کے لئے کوئی ایسا گھٹیا طریقہ اختیار کرے گا۔"

"اسے آپ گھٹیا تو نہیں کہہ سکتے۔" فریدی بولا۔ "بڑی ذہانت سے یہ سب کچھ کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے اگر صرف مائیکروفون پر کسی دوا کے خواص گنوائے جاتے تو شاید کوئی اس پر

دھیان دینے کی بھی زحمت گوارا نہ کرتا...... مگر اب...... کیا یہاں بیٹھا ہوا کوئی آدمی کبھی ازجین کو فراموش کر سکے گا۔

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر کاظمی سر ہلا کر بولا۔

''مگر ڈاکٹر...... یہ تو سوچئے کہ لوگ کتنے عرصہ سے اس کی پبلسٹی کرتے رہے ہوں گے۔لیکن ان کی نقاہت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اب بھی اس مشروب کے رہین منت ہیں۔''

''ہاں یہ چیز غور طلب ہے۔'' ڈاکٹر کاظمی نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

موسیقی کی لہریں فضا میں منتشر ہوتی رہیں۔ رمبا کا دور چلتا رہا۔ قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ آج یہاں کوئی آدمی کسی حادثے کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ سب یا تو پاگل تھے یا چوپائے۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے ہرنوں کے کسی جھنڈ پر کسی شکاری نے فائر کیا ہو۔ ایک گرا اور دوسرا بھاگ نکلے۔ پھر جہاں ان کے پیر تھمے وہیں دوبارہ چرنا چگنا شروع کر دیا۔ اپنے نقصان سے بے نیاز...... بے پرواہ۔

ساز چیخ رہے تھے۔ پیر متحرک تھے بھدے اور بے ڈول پیر۔ سُبک اور سڈول پنڈلیاں۔ لیکن وہ شاید جسم ہی جسم تھے۔ مشینوں کی طرح متحرک جسم لیکن...... دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے کسی ساز نے ''لیکن'' کہا ہو اور پھر دوسرے سازوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ ''بیسویں صدی ہے...... ناچو...... ناچتے رہو...... ایک آدمی کی موت پر مغموم ہو کر کیا کرو گے۔ ہو سکتا ہے کل تم سب بھی جانوروں کی طرح مر جاؤ۔ ہائیڈروجن بموں کے تجربات سے پھیلنے والی وبائیں تمہیں چٹ کر جائیں۔ تم سب ایک ایسی کشتی میں سوار ہو جو ڈوبنے والی ہے۔ پھر کسی دوسرے کے متعلق سوچ کر کیا کرو گے۔ اپنی اپنی فکر کرو۔ تم مستقبل سے مایوس ہو، اس لئے تمہاری نظروں میں کسی چیز کی بھی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی۔ تم سب اس بہت بڑے دھماکے کے منتظر ہو جس سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکو گے...... ناچو...... ناچتے رہو...... کل زمین کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ میٹھے پانی کے چشموں سے زہر اُبلے گا...... ناچو...... مستقبل سے بے پرواہ ہو کر ناچو کیونکہ مستقبل صرف ایک دھماکہ ہے جس کی پشت پر دنیا کی بہترین عقلیں ہوں گی مگر وہ خود عقل سے بے نیاز ہو گا۔ تم

سب سائنسی دور کی جہالت کا شکار ہونے والے ہو۔ ناچو...... ناچتے رہو...... ناچو...... ناچو......!"

ساز چیختے چیختے تھک گئے۔ ایک پل کے لئے چاروں طرف گہرا سناٹا چھا گیا اور اس کے بعد پھر وہی قہقہے اور قلقاریاں...... ناچنے والے اپنی میزوں کی طرف واپس جا رہے تھے۔

"اچھا ڈاکٹر......!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"اوہ ہو۔" ڈاکٹر کاظمی نے چونک کر کہا۔ "شب بخیر...... جناب۔"

فریدی رقص گاہ سے نکل کر ڈائننگ ہال کیطرف روانہ ہو گیا۔ وہ زوبیا کے متعلق سوچ رہا تھا۔

ڈائننگ ہال میں بھی وہ نہیں دکھائی دی۔ اب وہ اسکے کمرے کی طرف چل پڑا۔ وہ اوپری منزل پر تھا۔ لیکن دفعتاً وہ زینوں پر ہی نظر آ گئی لیکن وہ فریدی کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ فریدی الٹے پاؤں واپس مڑا اور نیچے پہنچ کر بائیں جانب والے نیم تاریک گوشے میں چلا گیا۔

زوبیا اس سے بے خبر نیچے آئی اور صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے باہر نکل جانے پر فریدی بھی آگے بڑھا۔

اب وہ دالان میں چل رہی تھی لیکن اس کا رخ نہ تو رقص گاہ کی طرف تھا اور نہ ڈائننگ ہال کی جانب بلکہ وہ اس حصے کی طرف جا رہی تھی جہاں مقامی گاہک اپنی کاریں پارک کیا کرتے تھے۔ فریدی کراٹا کی باڑھ کی اوٹ سے اس کا تعاقب کرتا رہا۔ آج کے حادثے کے سلسلے میں اسے اس لڑکی کی پوزیشن بہت ہی اہم معلوم ہوئی تھی۔ وہی آدمی آج مار ڈالا گیا جو پچھلی رات اسی لڑکی کے لئے حمید سے لڑ گیا تھا اور خود فریدی نے پہلے بھی کئی بار یہ بات محسوس کی تھی کہ وہ آدمی اس سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا ہے۔

اندھیرا

وہ کاروں کے قریب رک گئی۔ دفعتاً ایک طرف سے ایک تاریک سایہ اس کی طرف بڑھا

اور دیکھتے ہی دیکھتے دو تین اور سائے تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں دکھائی دیئے۔

"یہ کیا حرکت...... پیچھے ہٹو۔" فریدی نے لڑکی کی آواز سنی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے ایک کار میں دھکیل دیا گیا پھر جب تک فریدی قریب پہنچتا کار حرکت میں آ گئی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ رہ گیا تھا کہ وہ اس کے کسی پہیئے پر فائر کر کے اسے بیکار کر دیتا۔

مگر اس کی جیب میں ریوالور تھا کہاں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا ایک جگہ اُسے ایک موٹر سائیکل نظر آئی وہ اسی کو لے دوڑا۔ شاید کار والے بھی آگاہ ہو گئے تھے کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے، اس لئے انہوں نے عقبی روشنی گل کر دی تھی۔

اس وقت فریدی کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا لیکن وہ بہرحال فریدی تھا اس صدی کا سب سے زیادہ چالاک اور دانش مند آدمی...... اگر اس کے پاس ریوالور ہوتا بھی تو وہ شاید اس کھیل کو اسی اسٹیج پر ختم کر دینے کی کوشش کرتا۔

موٹر سائیکل کار کا تعاقب کرتی رہی۔ ایک جگہ فریدی نے راستہ کاٹا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اس سڑک کے علاوہ اور کسی راستے پر کار نہ موڑ سکیں گے۔ رام گڈھ اور اس کے نواحی علاقوں کا چپہ چپہ فریدی کا دیکھا ہوا تھا۔

موٹر سائیکل سڑک سے اُتار کر ایک تنگ راستے پر دوڑاتا رہا۔ اس خطرناک راستے پر موٹر سائیکل چلانا بھی اسی کا کام تھا اور پھر جب اس نے اُسے بائیں جانب والی چڑھائی پر موڑا تو بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے اس نے موٹر سائیکل سمیت جست لگائی ہو۔

ایک بہت بڑی چٹان لڑھکتی ہوئی نشیب میں جا رہی تھی۔ یہی چٹان اس کی موت کا پیغام بھی بن سکتی تھی۔ لیکن یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اس کے ستارے بھی اسی کی طرح حیرت انگیز تھے۔ چٹان اس وقت اپنی جگہ سے کھسکی تھی جب موٹر سائیکل کا پچھلا پہیہ اس پر سے گذر چکا تھا...... ورنہ چشم زدن میں وہ خود بھی اسی چٹان کی طرح لڑھکتا ہوا سینکڑوں فٹ نیچے جا گرا ہوتا۔

مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو نہ تو اس کے سکون میں فرق آیا اور

نہ موٹر سائیکل کی رفتار ہی میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی۔

پھر ذرا ہی دیر بعد وہ پھر اس سڑک پر تھا اور کار شاید بہت پیچھے رہ گئی۔ اُس نے اُدھر ہی موٹر سائیکل موڑ دی جدھر سے کار آنے والی تھی۔

موٹر سائیکل کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی رہی اور پھر اسے تاریک خلاء میں کار کی ہیڈ لائیٹ کی آڑی ترچھی لکیریں نظر آئیں۔ کار ابھی نشیب میں تھی۔

پھر وہ سامنے آ گئی۔ فریدی کی موٹر سائیکل سڑک پر چلتی رہی۔ کار سے ہارن دیا گیا اور اس کی رفتار بھی کم ہوگئی۔

''گھاٹو کا پل ٹوٹ گیا ہے۔'' فریدی بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ ''آگے راستہ نہیں ہے۔''

کار رک گئی اور موٹر سائیکل بائیں جانب والے پائیدان سے جا لگی۔ فریدی نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ اس کا چہرہ تاریکی ہی میں رہے۔

''پل ٹوٹ گیا۔'' کسی نے متحیرانہ انداز میں دہرایا۔

اتنے میں فریدی کا ہاتھ کار کے اندر پہنچ چکا تھا۔ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور کسی نے کہا۔ ''کیا بات ہے۔''

لیکن شاید جواب کے لئے اُسے کم از کم دو گھنٹے تک منتظر رہنا پڑتا۔ فریدی بیہوش ہو جانے والے آدمی کی جیب سے ریوالور نکال چکا تھا۔ پھر اس نے بائیں ہاتھ سے ٹارچ نکال کر روشنی کی اور ریوالور کا رخ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمیوں کی طرف کر دیا۔

وہ دو تھے۔ درمیان میں زوبیا بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کے منہ پر چمڑے کا تسمہ چڑھا ہوا تھا اور وہ کسی بے بس پرندے کی طرح پلکیں جھپکا رہی تھی۔

''اس کے منہ سے تسمہ ہٹاؤ۔'' فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''تم کون ہو؟'' ایک آدمی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''جو کہا جا رہا ہے کرو۔'' فریدی کا لہجہ بہت سرد تھا۔ اُن لوگوں نے ڈرائیور کی طرف دیکھا جو اسٹیرنگ پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

''کیا تم نے اُسے مار ڈالا......؟'' ایک نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

''ہو سکتا ہے وہ مر ہی گیا ہو۔ تم سے جو کہا جا رہا ہے کرو، ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔''

دفعتاً ایک آدمی نے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا۔ فریدی نے اس کی ناک پر ٹارچ رسید کر دی اور وہ بلبلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

دوسرے نے بڑی پھرتی سے زوبیا کے منہ پر سے چمڑے کا تسمہ ہٹانا شروع کر دیا۔

''اب تم نیچے اتر آؤ لڑکی۔'' فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اُتر گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے اس کی چیخ بھی سنی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے چیخ کر پوچھا لیکن جواب ندارد۔ فریدی موٹر سائیکل سے اُتر گیا اور وہ سڑک پر جا گری۔ لیکن وہ اس کی پرواہ کئے بغیر دوسری طرف جھپٹا۔

پھر اچانک وہ دونوں آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔ ریوالور فریدی کے ہاتھ سے گر گیا۔ اس کشمکش کا فیصلہ ہونے میں دیر نہیں لگی۔ وہ دونوں بھی جلد ہی اپنے تیسرے ساتھی کی طرح بےحس و حرکت نظر آنے لگے۔ فریدی انہیں سڑک پر ہی چھوڑ کر ٹارچ اور ریوالور تلاش کرنے لگا۔

لڑکی کا اس طرح چشم زدن میں غائب ہو جانا انتہائی حیرت انگیز تھا۔ کچھ دیر بعد ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اِدھر اُدھر رینگنے لگا۔

دفعتاً بائیں جانب والے نشیب میں اُسے ایک زنانہ سینڈل نظر آیا اور وہ نیچے اترتا چلا گیا۔ اس خیال نے اُسے مضطرب کر دیا کہ کہیں وہ نیچے نہ گر گئی ہو۔ ایسی صورت میں اس کی ہڈیاں بھی سلامت نہ رہتیں۔ یہ ڈھلان کچھ ایسی ہی تھی کہ ذرا سی لغزش آدمی کو موت ہی کے جبڑوں میں دھکیل سکتی تھی۔ وہ ڈھلان کے اختتام پر پہنچ کر رکا۔ لیکن زوبیا اُسے کہیں نظر نہ آئی۔

وہ چاروں طرف ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر کسی طرف نکل تو نہیں گئی مگر اس نشیب پر دوڑنا آسان کام نہیں تھا۔ وہ پھر اس جگہ لوٹ آیا جہاں سینڈل پڑا دیکھا تھا۔ وہ جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اس کا تسمہ باقاعدہ طور پر بکل میں پھنسا ہوا تھا اور

سینڈل کا تسمہ اتنا ڈھیلا کبھی نہیں رکھا جاتا کہ وہ پیر سے نکل جائے۔

تو پھر کیا اُسے کچھ لوگ دوبارہ اٹھا لے گئے ہیں؟ فریدی کے ذہن نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا۔ لیکن اگر یہ حقیقت ہی تھی تو اب ان چٹانوں میں بھٹکتے پھرنا ایک فضول ہی سا فعل ہوتا۔ اس نے سوچا کہ دوسری بار اغواء کرنیوالے بہت زیادہ محتاط ہو گئے ہوں گے۔

یہ سب کچھ سوچنے کے باوجود بھی وہ کچھ دور تک بڑھتا چلا گیا۔ ٹارچ کی روشنی ادھر اُدھر چکراتی پھر رہی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اُس نے سوچا کہ اس طرح بھٹکنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اُن تینوں آدمیوں کو ہوش میں لا کر ان سے پوچھ گچھ کی جائے۔

پھر وہ سڑک کی طرف مڑا لیکن ابھی آدھا راستہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ موٹر سائیکل اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی...... وہ دوڑنے لگا۔ لیکن سڑک پر پہنچنے کے بعد اُسے ایک جھٹکے کے ساتھ رک جانا پڑا کیونکہ اب نہ تو وہاں موٹر سائیکل تھی اور نہ وہ کار۔ تینوں بیہوش آدمی بھی غائب تھے۔

فریدی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں آئیں گے۔

پیراڈائیز یہاں سے تقریباً سات میل دور تھا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر پیراڈائیز کی طرف چل پڑا۔ پیدل چلنا اس کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ اکثر تیس اور چالیس میل تک پیدل چل چکا تھا۔ بہرحال اس کا موڈ اس خیال سے خراب نہیں ہوا تھا کہ اسے پیدل واپس جانا پڑے گا بلکہ موڈ کی خرابی کی وجہ دراصل موٹر سائیکل کی گمشدگی تھی۔ پتہ نہیں وہ کس بیچارے کی رہی ہوگی۔ ہوسکتا ہے وہ بھی کسی دوسرے سے عارتاً لایا ہو۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں نے گھاتو کا پل ٹوٹ جانے کی اطلاع کافی تشویش سے سنی تھی۔ لہٰذا انہیں گھاتو کے پل سے آگے ہی جانا رہا ہوگا۔ گھاتو کا پل یہاں سے ڈیڑھ میل دور تھا اور پھر اس سے ایک میل آگے چل کر شاہ پور کی چھاؤنی تھی۔ یہاں کئی فوجی آفیسر اُس کے شناسا تھے۔ اس نے سوچا کیوں نہ وہاں چل کر تفتیش جاری رکھی جائے۔

وہ گھاتو کے پل کی طرف چل پڑا۔ اُس کے جوتے بے آواز تھے۔ وہ بڑی تیز رفتاری سے کام لے رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کے ذہن میں بہتیرے سوال تھے۔

اتنا تو وہ سمجھ ہی چکا تھا کہ زوبیا مرنے والے سے ناواقف نہیں تھی کیونکہ مرنے والا اُسی کے لئے ایک بار حمید سے جھگڑا کر چکا تھا پھر حمید کو اس کیس میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ کسی نامعلوم عورت کی کال اور وہ شیشی جو حمید کی نہیں تھی لیکن اس کمرے میں پائی گئی تھی۔ پھر اس لڑکی کا قصہ...... کیا وہی لوگ تھے جنہوں نے اس آدمی کو ختم کردیا تھا۔ ممکن ہے...... وہی ہوں اور انہوں نے یہ حرکت اس لئے کی ہو کہ پولیس ایک اچھے گواہ سے محروم ہوجائے۔

اب تک صدہا ایسے کیس اس کی نظروں سے گذرے تھے جن میں مجرموں نے گواہوں کو یا تو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی یا ان کا اغوا کرلیا تھا۔

فریدی چلتا رہا۔ اب زمین تاروں کی چھاؤں سے محروم ہوگئی تھی۔ کیونکہ کچھ دیر پہلے مغربی افق سے بادلوں کے جھنڈ کے جھنڈ اُبھر کر چاروں طرف پھیلتے گئے تھے۔ ہوا میں بہت زیادہ خنکی پیدا ہوگئی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ بارش ضرور ہوگی۔

فریدی نے رفتار پہلے سے زیادہ تیز کردی۔ وہ بارش ہونے سے قبل ہی شاہ پور کی چھاؤنی میں پہنچ جانا چاہتا تھا اور پھر بارش ہوجانے پر گھاتو کا پل سچ مچ خطرناک ہوجاتا فریدی جانتا تھا کہ بعض اوقات پانی پل پر بھی بہنے لگتا تھا اور بہاؤ اتنا تیز ہوتا ہے کہ قدم جمانا دشوار ہوجاتا ہے۔

اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ اسے بار بار خلاء میں آنکھیں پھاڑنی پڑتی تھیں لیکن اس نے ایک بار بھی ٹارچ نہیں روشن کی۔

اچانک دو چار بڑی بڑی بوندیں آئیں اور اس کی رفتار سست پڑگئی۔ اب وہ آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا۔ دوسرے جھونکے کے ساتھ ہی بارش شروع ہوگئی اور اب اُسے کسی پناہ گاہ کی تلاش کے سلسلے میں ٹارچ روشن کرنی ہی پڑی۔

ایک بار پھر وہ بائیں جانب والی ڈھلان میں اتر رہا تھا وہ جانتا تھا کہ رام گڈھ کی پہاڑیاں ایسے غاروں سے بھری پڑی ہیں جہاں وہ بارش سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسے جلد ہی

ایک ایسی جگہ مل گئی۔

یہ ایک کافی کشادہ دراڑ تھی اور اس پر ایک چٹان اس طرح جھکی ہوئی تھی جیسے وہ کوئی سائبان ہو۔

فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں اس کا مختصر سا جائزہ لیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ بارش چٹانوں میں چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ کبھی کبھی بادلوں کی گرج زلزلہ سا ڈال دیتی۔

دفعتاً فریدی کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اس درے میں داخل ہوا ہو۔ پھر اس نے پتھریلی زمین پر پڑنے والے بھاری قدموں کی آواز بھی سنی۔ وہ پیچھے ہٹا مگر بے سود کیونکہ آنے والے نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔

"کیا کرتے ہو۔" فریدی غرایا۔ "آنکھوں پر روشنی نہ ڈالو۔"

"تم کون ہو؟" آنے والے نے پوچھا۔

"انتہائی احمقانہ سوال ہے۔ میں کیوں بتانے لگا کہ میں کون ہوں۔"

"اتنی رات گئے یہاں کیوں؟" آنے والے نے بیساختہ پوچھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں الٹ گیا۔ تم پوچھنے والے کون ہو۔ کیا میں تمہارے گھر میں گھس آیا ہوں۔"

"اے...... ڈھنگ سے جواب دو جو کچھ پوچھا جائے۔" آنیوالے نے تیز آواز سے کہا۔

"کیوں تم کون ہو؟" فریدی کا لہجہ چیلنج کرنے کا سا تھا۔

"میں کوئی بھی ہوں...... تمہیں میرے سوال کا جواب دینا پڑے گا۔"

"اچھا......!" فریدی مسکرایا۔ "کرو سوالات لیکن وہ دس سے زیادہ نہ ہوں۔ میں اُن میں سے صرف پانچ منتخب سوالات کی جواب دوں گا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" اس آدمی نے کہا اور ٹارچ روشن کر لی۔ فریدی کو اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا۔

اس نے پھر کہا۔ "اب بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں آدمی ہوں اس لئے بارش میں نہیں بھیگنا چاہتا۔" فریدی نے جواب دیا۔

''یہ ریوالور خالی نہیں ہے۔'' وہ آدمی غرایا۔

''یہ ریوالور ہے۔'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''آگ اگلنا بھی جانتا ہے۔''

''ذرا دیکھوں تو۔'' فریدی لہک کر بولا۔ ''میں نے آج تک ریوالور اپنے ہاتھ میں لے کر نہیں دیکھا۔''

''پیچھے ہٹو۔'' وہ آدمی دھاڑا۔

''یار...... کیوں خواہ مخواہ خفا ہوتے ہو۔ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ خواہ مخواہ جیب سے ریوالور نکال کر مجھے دکھاؤ۔ اب اگر میں اپنے ہاتھ ہی میں لے کر دیکھ لوں گا تو اس میں کون سی خرابی پیدا ہو جائے گی۔''

''اچھا تو میں فائر کرنے جا رہا ہوں۔''

''مگر جلدی واپس آ جانا۔ یہاں اکیلے دل گھبراتا ہے۔'' فریدی نے بڑی سادگی سے کہا۔

اس نے سچ مچ فائر کر دیا۔ گولی پتھر سے ٹکرا کر پلٹی اور وہ خود بال بال بچا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ریوالور زمین پر تھا اور اس کا داہنا ہاتھ فریدی کی گرفت میں...... اور پھر وہ اس کے ایک ہی جھٹکے میں منہ کے بل زمین پر چلا آیا۔

''اب تمہیں میرے بیس سوالات کے جواب دینے پڑیں گے۔'' فریدی اس کی گردن پر پیر رکھتا ہوا بولا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ممکن نہ ہوا۔

''اب اسی طرح پڑے پڑے بتاؤ کہ تم کون ہو؟''

''مم...... میں...... سرکاری سراغرساں ہوں۔'' اس آدمی نے ہانپتے ہوئے غصیلی آواز میں کہا۔

''تب تو میں تمہاری گردن توڑ ہی دوں گا۔'' فریدی اس کی گردن پر مزید دباؤ ڈالتا ہوا بولا۔ ''تم میری ہی تلاش میں آئے ہو گے۔ لیکن میں پولیس والوں کو بخشنا نہیں جانتا۔''

''میں سرکاری سراغ رساں نہیں ہوں۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔

''میں لاکھ برس یقین نہیں کروں گا۔'' فریدی کا جواب تھا۔

''کیا تم دوسروں کی دولت میں حصہ لگانے والوں میں سے ہو۔'' اس آدمی نے پوچھا۔

''دوسروں کی دولت خود ہی میری منتظر رہتی ہے۔ تجوریاں میری آہٹ پر اپنے منہ کھول دیتی ہیں۔''

''اوہو! تب تو مجھے چھوڑ دو۔ پیر ہٹاؤ نا...... میں بھی تمہارا ہی ہم پیشہ ہوں۔''

''میں کیسے یقین کرلوں...... اکثر سراغ رساں ہماری صفوں پر گھس آتے ہیں اور ان کا طریق کار بھی یہی ہوتا ہے جو تم نے اس وقت اختیار کیا ہے۔''

''نہیں دوست...... میں ثابت کردوں گا کہ میں سرکاری سراغ رساں نہیں ہوں۔''

فریدی نے اس کی گردن پر سے پیر ہٹالیا اور وہ بیٹھ کر اپنی گردن ملنے لگا۔ فریدی ٹارچ کی روشنی میں اُسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے سر اٹھا کر کہا۔ ''تم واقعی بہت گہرے معلوم ہوتے ہو...... میں نے اتنا پھرتیلا آدمی آج تک نہیں دیکھا۔''

آگ

بارش کے پہلے ہی چھینٹوں نے رقص گاہ میں ابتری پھیلا دی تھی۔ پھر سنبھلتے سنبھلتے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ بارش اچانک ہوئی تھی۔ پہلے سے آثار نہیں تھے اور اگر آثار تھے بھی تو ایسے نہیں کہ رام گڈھ کے موسمی معمولات کے خلاف ہوتے۔ وہاں اکثر اسی طرح بادل اٹھا کرتے تھے لیکن ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ہلکی ہلکی پھواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ سردیوں میں شاید یہی پھواریں برف کے ذرات کی شکل اختیار کرلیتی تھیں۔

مگر اس وقت شاید فطرت بھی مذاق کے موڈ میں تھی۔ اب فطرت کے علاوہ اور کون اس منظر سے لطف اندوز ہوتا...... لوگ بدحواسی میں ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور سریلی چیخیں

شاید بادلوں کو بھی گدگدا رہی تھیں کیونکہ بارش کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

''ٹھہریئے! حواس قائم رکھئے۔'' لاؤڈ سپیکر چیخنے لگا۔ ''اسطرح آپ چوٹ بھی کھا سکتے ہیں۔''

''خدا غارت کرے۔'' ڈالی گرتے گرتے سنبھل کر بولی۔ حمید نے اُسے اپنے داہنے ہاتھ پر روک لیا تھا۔ ورنہ وہ منہ کے بل گرتی۔

''ہائیں...... بارش ہی تو ہے۔'' حمید نے کہا۔

''میں بھیگ رہی ہوں۔''

''اور میں بالکل خشک ہوں۔ واقعی یہ بہت بڑا ظلم ہے۔''

''تم عجیب آدمی ہو، چلو بھاگو۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

''ہرگز نہیں۔ مجھ سے اتنی غیر منطقی حرکت نہیں سرزد ہو سکے گی۔ پانی سے بچنے کے لئے ہاتھ منہ توڑ بیٹھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔''

''تم احمق ہو۔'' ڈالی نے کہا اور دوڑنے لگی۔ لیکن اس دوڑ میں حمید نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ بہت اطمینان سے بھیگتا ہوا کمرے میں آیا لیکن یہاں کی حالت دیکھ کر وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس کے جسم میں بھیگے ہوئے کپڑے ہیں۔

پولیس کی تلاشی کے بعد اس نے بڑی دشواری سے اپنی چیزیں قرینے سے رکھی تھیں۔ مگر اب وہ اس سے بھی زیادہ ردی حالت میں نظر آئیں۔ کسی نے اس کی عدم موجودگی میں سارے کمرے کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ بستر فرش پر پڑا تھا۔ تکیہ پھاڑ ڈالا گیا تھا۔ سوٹ کیس ایک طرف پڑا تھا اور کپڑے کچھ یہاں تھے کچھ وہاں۔

سفر میں وہ چیک بک اور نقدی ہمیشہ جیبوں میں رکھا کرتا تھا۔ ورنہ ہوسکتا تھا کہ اس وقت اسے اور زیادہ غصہ آتا۔

غصہ تو تھا مگر صرف فریدی پر۔ آخر اُس نے پولیس والوں سے اپنی اصلیت چھپائی ہی کیوں تھی۔ ممکن ہے یہ حرکت کسی مقامی سراغ رساں کی رہی ہو۔ وہ دونوں خود بھی ہزاروں بار اس قسم کی بے ضابطہ تلاشیاں لے چکے تھے۔

اُس نے جھلاہٹ میں منیجر کو فون کیا لیکن وہ آفس میں موجود نہیں تھا۔ کسی کلرک نے فون ریسیو کر کے بتلایا کہ ایک کمرے میں چوری ہو گئی ہے۔ منیجر وہیں ہے۔

''میرے کمرے میں بھی چوری ہو گئی ہے۔'' حمید غرایا۔ ''منیجر کو فوراً بھیجو۔''

پھر اس نے اپنے کمرے کا نمبر بتایا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی تین آدمی اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ ہوٹل کے اسٹاف ہی سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ان میں منیجر نہیں تھا۔ وہ اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔

''نہیں کوئی چیز چرائی نہیں گئی۔'' حمید نے جواب دیا۔ ''لیکن یہ ہوٹل کس قدر غیر محفوظ ہے۔''

''پتہ نہیں کیا بات ہے جناب۔'' ایک آدمی بولا۔ ''مس ڈالی بھی کہتی ہیں کہ اُن کے کمرے سے کوئی چیز چرائی نہیں گئی۔ لیکن سامان اسی طرح بکھرا پڑا ہے۔''

''کون مس ڈالی۔'' حمید اسے گھورنے لگا۔

''ایک یوریشین ہیں۔'' اس نے جواب دیا اور کمرے کا جو نمبر بتایا وہ ڈالی ہی کے کمرے کا تھا۔

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ''میں اس کی رپورٹ پولیس کو دینا چاہتا ہوں۔''

''میں فون کرنے جا رہا ہوں۔'' ایک آدمی نے کہا اور باہر چلا گیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد منیجر بھی آ گیا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

''تکیہ اس کا بھی پھاڑ دیا گیا ہے۔'' وہ تشویش کن لہجے میں بڑبڑایا۔ حمید کی تیز نظریں اس کے چہرے پر پڑیں، بالکل اسی انداز میں جیسے وہی بیچارہ اس کا ذمہ دار ہو۔

''جی ہاں۔'' وہ حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''بالکل ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی ہوا ہے۔ ایک صاحبہ کے کمرے کی بھی یہی حالت نظر آتی ہے اور ان کا تکیہ بھی اسی طرح پھاڑ ڈالا گیا ہے۔''

''مگر میں صاحبہ نہیں ہوں کہ صبر کر لوں گا۔''

''کیا کوئی چیز غائب بھی ہے؟''

''نہیں۔'' حمید گردن جھٹک کر بولا۔

''اُن کے کمرے سے بھی کوئی چیز غائب نہیں ہوئی۔''

''کیا یہ یہاں قیام کرنے کا انعام ہے۔''

''کیا عرض کروں جناب۔ ایسی وارداتیں تو کبھی نہیں ہوئیں۔''

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے بڑھ کر ریسیور اٹھایا مگر شاید فون منیجر کے لئے تھا۔

حمید نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔

دوسری طرف کی گفتگو شاید ایسی ہی پریشان کن تھی کہ منیجر کے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ اس نے ریسیور رکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا مصیبت آ گئی ہے۔''

''کیوں......؟'' حمید جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''ایک کار اور ایک موٹر سائیکل غائب ہے۔ اس نے رومال سے چہرے کا پسینہ خشک کرتے ہوئے کہا۔ ''ایسی باتیں تو یہاں کبھی نہیں ہوئیں۔ اچھا جناب! میں ابھی پولیس کو فون کرتا ہوں۔''

منیجر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں کلرک بھی رخصت ہو گئے۔

حمید آرام کرسی کے ہتھے سے ٹک کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ آتے وقت اس نے فریدی کا کمرہ مقفل دیکھا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کا کمرہ بھی اسی حالت میں ہوگا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ حمید نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے ڈالی بول رہی تھی۔

''ہیلو...... پرویز۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے کمرے میں کسی نے ابتری پھیلائی ہے۔''

''ٹھیک سنا ہے۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''کیا تمہیں علم ہے کہ میرے کمرے کی بھی یہی حالت ہوئی ہے؟''

''ہاں منیجر نے بتایا تھا۔''

''کتنی عجیب بات ہے۔''

''ہاں اتنی ہی عجیب جتنی کہ تارجام کی نیشنل آئرن فیکٹری۔''

''کیا مطلب......؟''

''کچھ بھی نہیں۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ تمہارے پاپا کو تحفے میں کیا بھیجوں۔''

''یہ کیسی اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیں تم نے۔''

''کچھ نہیں...... تمہیں مجھ سے ہمدردی ہے نا۔ تم آج مجھے اس کی اطلاع دینے آئی تھیں کہ پولیس مجھ پر شبہ کر رہی ہے، حالانکہ پولیس میری جیب میں پڑی رہتی ہے۔''

''کیا تم نے زیادہ مقدار میں پی لی ہے تمہارا لہجہ.....!''

''ہاں......میرے لہجے پر بہتوں کو پیار آتا ہے۔''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' اس نے جھلا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

حمید پائپ سلگانے لگا۔ اب وہ پولیس کے آئے بغیر پلنگ پر بستر بھی نہیں ڈال سکتا تھا۔

''کیا مصیبت ہے۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ ''جہاں جاؤ شامت ہی گھیرتی ہے۔''

وہ کبھی کمرے میں ٹہلتا اور کبھی راہداری میں نکل آتا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ فریدی کا کمرہ بھی کھول کر دیکھا جائے۔ اس نے ہک سے کنجی اتاری اور کمرہ کھول کر اندر آیا۔ اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ یہاں بھی ویسی ہی ابتری نظر آئی۔ کوئی چیز اپنے ٹھکانے پر نہیں تھی اور اس کا تکیہ پھاڑ ڈالا گیا تھا۔

اس نے کمرہ دوبارہ مقفل کیا اور اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد پولیس بھی آ گئی۔ اس کے ساتھ مقامی سی آئی ڈی کا ایک انسپکٹر بھی تھا۔ اس نے فریدی اور حمید کے کمرے دیکھے۔ اس سے پہلے شاید وہ ڈالی کے کمرے کا بھی جائزہ لے چکا تھا۔

''کیا اس لڑکی سے آپ کی پرانی جان پہچان ہے۔'' اس نے حمید سے پوچھا۔

''نہیں......ہم آج ہی ملے تھے۔''

''آج تین بجے کس عورت نے آپ کا شکریہ ادا کیا تھا؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ فون پر کسی عورت نے آپ کا شکریہ ادا کیا تھا۔''

''قطعی نہیں......لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھی لہٰذا میں نے آپریٹر سے اس کے متعلق چھان بین کی تھی۔''

''لاش کی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آ گئی ہے۔'' اس نے حمید کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ انسپکٹر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ سانپ کے زہر سے ہلاک ہوا ہے۔''

''اوہو......!'' حمید نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ ''تو وہ سانپ تھا بطخ کے بھیس میں۔''

''جی نہیں۔'' انسپکٹر نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''زہر اس زخم کے راستے جسم میں پہنچا تھا جو بطخ کے کاٹنے سے ہوا تھا۔''

''اچھا......اب میں سمجھا۔ یعنی اس زخم پر کسی سانپ نے بھی طبع آزمائی کی تھی۔ بڑا بدنصیب تھا بیچارہ مرنے والا۔''

''جی ہاں! بدنصیب ہی تھا کیونکہ پچھلی رات آپ نے بھی تو طبع آزمائی فرمائی تھی۔''

''لیکن اس وقت میں بطخ کے بھیس میں نہیں تھا۔''

''ساری زبان طراریاں دھری رہ جائیں گی۔'' انسپکٹر غصیلی آواز میں بولا۔ ''اگر یہ ثابت ہوگیا کہ آپ بھی اس کے قریب تھے جب بطخ نے حملہ کیا تھا......!''

''یہ ثابت ہونے سے پہلے میں رام گڈھ نہیں چھوڑوں گا۔ آپ کو اطمینان رکھنا چاہئے۔''

انسپکٹر اُس کی ترکی بہ ترکی پر بُری طرح جھلس رہا تھا۔ دفعتاً اس نے پوچھا۔ ''آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟''

''وہ نابالغ نہیں ہے کہ ہر وقت ان کی آمد و رفت سے باخبر رہنا میرے لئے ضروری ہو۔''

''آپ آخر آدمیوں کی طرح گفتگو کیوں نہیں کرتے۔''

''کیا میں ابھی تک پرندوں کی طرح چہچہاتا رہا ہوں۔'' حمید نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''بہت جلدی معلوم ہو جائے گا۔'' اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر موجود تھا۔

''آپ کے ساتھی کب سے غائب ہیں۔'' اس نے پوچھا۔

''مجھے علم نہیں۔ میں اس کی دم کے پیچھے نہیں لگا رہتا۔''

''میں ایک بار پھر آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ سوچ سمجھ کر گفتگو کیجئے۔''

''شکریہ! میں پہلے سے کافی محتاط ہوں۔'' حمید نے جواب دیا۔

''یہاں سے ایک کار اور ایک موٹر سائیکل بھی غائب ہوگئی ہے۔''

''اور میرا ساتھی بھی غائب ہے۔'' حمید مسکرایا۔

''آپ......!'' وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر حمید کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔ پھر بولا۔ ''کیا آپ سچ مچ اپنی بے عزتی کے خواہاں ہیں۔ آپ نے پچھلی رات پولیس کو اطلاع کیوں نہیں دی تھی کہ اُس نے آپ کا پرس اڑا لیا تھا۔''

''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ برباد کیا جاسکے۔''

''پھر ہم اسے باور کرلینے پر تیار نہیں ہیں کہ اس نے آپ کی جیب کاٹی تھی۔''

''آپ کی مرضی۔ نہ میں نے اس کی شکایت کی تھی اور نہ اب آپ کو اس کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ لیکن ذرا یہ تو فرمایئے کہ وہ بلاوجہ میرے ہاتھ سے پٹ گیا تھا تو خود اس نے ہی میرے خلاف پولیس کو رپٹ کیوں نہیں دی اور جناب کیا آپ اس پر بھی روشنی ڈال سکیں گے کہ اس نے اپنی شاندار مونچھیں کیوں صاف کرادی تھیں؟''

''اسکا جواب بھی آپ ہی دے سکیں گے۔'' انسپکٹر ایک تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''اچھا تو سنئے میرا جواب۔ اس نے حتیٰ الامکان اپنی ایک ایسی امتیازی خصوصیت ختم کردی تھی جس کی بناء پر لوگ اُسے پہچاننے میں تامل کرتے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایک گرہ کٹ کی حیثیت سے اس پر انگلیاں اٹھیں۔ کیا سمجھے۔''

''لیکن وہ اتنا ڈھیٹ تھا کہ یہاں سے ٹلنا بھی نہیں چاہتا تھا۔'' انسپکٹر مسکرایا۔

''اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''مسٹر پرویز...... آپ دلدل میں پھنس چکے ہیں۔''

''اس اطلاع کی لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔''

''جھگڑا ایک لڑکی کے لئے ہوا تھا۔''

حمید تیکھی نظروں سے اُسے دیکھنے لگا لیکن اس کے ہونٹ بند ہی رہے۔ انسپکٹر کہہ رہا تھا۔

''جھگڑے کے وقت آپ دونوں وہاں تنہا ہی تھے۔''

''پھر......؟''

''ایک آدمی نے آپ دونوں کی گفتگو بھی سنی تھی۔''

''تب تو آپ اس لڑکی سے مل ہی چکے ہوں گے جس کے لئے جھگڑا ہوا تھا۔''

''ہاں! میں اس سے مل چکا ہوں۔'' انسپکٹر نے کہا۔ لیکن حمید کو اس پر یقین نہیں آیا۔ وہ فریدی کا صحبت یافتہ تھا۔ اُسے کم از کم اتنا سلیقہ تو تھا ہی کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر سکے۔

''اچھی بات ہے۔ تو آپ براہِ کرم اُس لڑکی سے مزید معلومات حاصل کیجئے۔ مجھے نیند آرہی ہے۔''

انسپکٹر چند لمحے خاموش کھڑا اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کیا وہ لڑکی ڈالی نہیں ہے؟''

''ہاں......ڈالی لڑکی ہی ہے۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔ ''بطخ کا طبی معائنہ بھی یقیناً ہوا ہوگا''

''ہو چکا ہے......وہ غیر معمولی نہیں ہے۔''

''تو اب میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کسی ایسے آدمی کو تلاش کریں جس نے اسے بطخ کو چھیڑنے پر اکسایا ہو۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ بطخ غیر معمولی نہیں تھی۔'' انسپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں کب کہتا ہوں کہ تھی۔ ظاہر ہے کہ جب بطخ نے اس کی پنڈلی کی کھال ادھیڑی ہوگی تو دو چار آدمی ضرور دوڑ پڑے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے ان میں کوئی ایسا بھی رہا ہو جس نے زخم دیکھنے کے بہانے کوبرا کا زہر......!''

''اتنا میں بھی سوچ سکتا ہوں۔'' انسپکٹر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

''سوچ سکتے ہیں نا۔'' حمید نے جل کر کہا۔ ''لہٰذا اگر ان دو چار آدمیوں میں میرا شمار بھی ہو تو مجھے بے تکلف حراست میں لے لیجئے ورنہ پھر مجھے سونے دیجئے۔''

''اگر یہ ثابت ہو گیا تو آپ سلاخوں کے پیچھے ہوں گے۔''

''مجھے بھی کافی خوشی ہو گی اگر یہ ثابت ہو سکا۔'' حمید نے انگڑائی لے کر لاپروائی سے کہا۔

''پھانسی کے پھندے کا تجربہ بھی سہی۔''

سب انسپکٹر جھلا کر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ منیجر آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ وہ دونوں چونک کر اسی کی طرف مڑے۔

''آگ......!'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ''مرنے والے کے کمرے میں آگ لگ گئی ہے۔''

''کیا......؟'' انسپکٹر غرایا۔

''جی ہاں......آپ نے تلاشی کے بعد شاید ایک کھڑکی کھلی چھوڑ دی تھی۔''

بازیابی

فریدی کا شکار اب بھی زمین پر بیٹھا اپنی گردن ٹٹول رہا تھا اور فریدی اس طرح کھڑا تھا جیسے اس نے کسی شریر بچے کے دو چار چپتیں جھاڑ دی ہوں۔

''پولیس کیوں ہے تمہارے پیچھے۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''میں نے چارٹرڈ بینک میں ڈاکہ ڈالا تھا۔ اس وقت بھی میری جیبیں نوٹوں سے بھری ہوئی ہیں۔''

''اوہو......!'' اُس آدمی نے حیرت سے کہا۔ ''لیکن تمہیں اب تک کوئی محفوظ جگہ نہیں مل سکی۔''

''میرے لئے کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے۔''

''تم اگر پسند کرو میں تمہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں۔''

''سلاخوں کے پیچھے۔ کیوں؟'' فریدی نے قہقہہ لگایا۔ پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا۔

''مسٹر سراغ رساں اس سال یہ میرا پندرھواں قتل ہو گا۔''

''کیا مطلب......؟''

''تم یہاں سے زندہ نہیں جاسکتے۔'' فریدی کے لہجے میں سفاکی تھی۔

''میں سرکاری سراغ رساں نہیں ہوں۔''

''پچھلے سال بھی تم ہی جیسے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی تھی لیکن بیچاری پولیس اس لاش کی شناخت سے قاصر رہی تھی۔ میں عموماً چہرہ بگاڑ دیتا ہوں۔''

''میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں سرکاری سراغ رساں نہیں ہوں۔''

''کیا تم بزدل ہو؟''

''نہیں......میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔'' اس آدمی نے حیرت سے کہا۔

''تم اسی صورت میں بچ سکتے ہو کہ جب مجھے مار ڈالو۔ اٹھو! میں الجھن پالنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''ارے یار کیوں خواہ مخواہ مذاق کر رہے ہو۔'' وہ آدمی خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''اچھا تو پھر کسی چوہے کی طرح مرنے کو تیار ہو جاؤ۔''

''ختم بھی کرو۔ یار میں تمہیں ایک محفوظ جگہ لے چلوں گا۔ مگر ٹھہرو...... مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں تمہیں کہیں دیکھ چکا ہوں۔''

''پیراڈائیز میں۔'' فریدی نے بڑی سادگی سے کہا۔

''او ہاں......مم......مگر......!'' وہ ہکلایا۔

''تو تم نے مجھے پہچان لیا۔''

''شکاری سلیم!''

''گڈ......!'' فریدی چٹکی بجا کر بولا۔ ''اب چپ چاپ اس لڑکی کو میرے حوالے کردو۔''

''یہ ناممکن ہے۔ ہم نے بڑی محنت کی ہے۔ ویسے اگر تم دس ہزار دو تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔''

''ایسی رقمیں صرف شریف آدمیوں سے وصول کی جاسکتی ہیں۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''تب پھر......اس کی واپسی بھی ممکن نہیں۔ ہمیں اس کام کیلئے دس ہزار ملنے والے ہیں۔''

''تم نے یہ کام کس کے لئے کیا ہے؟''

''ہم کام اور دام کے علاوہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔'' اس آدمی نے کہا۔

''لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم کام لینے والوں کے متعلق ہر قسم کی معلومات فراہم کرتے پھریں۔''

''اوہ......تو تم اس سے واقف بھی نہیں ہو۔''

''نہیں! جب ہم سے سودا طے ہوا تھا تو وہ نقاب میں تھا۔''

''اور تم نے کچھ سمجھے بوجھے بغیر سودا طے کر لیا۔''

''ہمیں اس سے کیا غرض کہ وہ کون ہے۔''

''ممکن ہے تمہیں پکڑنے کے لئے پولیس نے جال بچھایا ہو۔''

''نہیں یہ غلط ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔'' اس کے لہجے میں بے اعتمادی تھی۔

''خیر تم جہنم میں جاؤ۔ لڑکی کو چپ چاپ میرے حوالے کر دو۔ کچھ دیر پہلے میں تمہارے تین آدمیوں کی مرمت کر چکا ہوں۔''

''اوہ......تو وہ تم ہی تھے۔''

''بھولے نہ بنو......شکاری سلیم کو تم جانتے ہو۔ لیکن......!'' فریدی کہتے کہتے رک گیا۔

''بہت دنوں سے میں اسکے چکر میں ہوں۔ مگر تمہیں اس سے کوئی غرض نہ ہونی چاہئے۔''

فریدی نے کہا۔ ''مگر اُسے دوبارہ کس نے اٹھایا۔ کیا تم لوگ یہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔''

''ہم تعداد میں پندرہ ہیں۔'' اُس آدمی نے جواب دیا۔ ''یہاں جگہ جگہ کچھ آدمی پہلے ہی سے لگا دیئے گئے تھے تا کہ ضرورت پڑنے پر اُن تینوں کی مدد کی جا سکے۔''

''اب تم اسے کہاں لے جاؤ گے۔''

''تمہیں یہ سب کچھ کس طرح بتا دیا جائے۔ جب تمہارے ارادے نیک نہیں ہیں۔''

فریدی نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اُس کے ہاتھ اٹھنے سے پہلے اس کا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا۔ پھر اُسے سنبھلنے کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ پے در پے دس بار گھونسے کھانے

کے بعد وہ لیٹ گیا۔ اُس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔

''تم کیا چاہتے ہو۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''لڑکی......!'' فریدی کا جواب تھا۔

''وہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔''

''تم مجھے اس تک پہنچا دو۔ پھر میں دیکھ لوں گا۔'' فریدی نے کہا۔ ''یا پھر ایک دوسری بھی صورت ہے۔ تم مجھے وہاں لے چلو جہاں اُسے اس نامعلوم آدمی کے حوالے کرو گے۔''

''دونوں ہی صورتوں میں میرے ساتھی مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔''

''وہ لڑکی ابھی یہیں ہے؟''

''ہاں......!''

''کہاں؟''

وہ کچھ نہ بولا۔ اس بار فریدی نے اس انداز میں پیر اٹھایا جیسے اس کے سر پر ٹھوکر مارنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

''ٹھہرو......!'' اُس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''وہ یہیں ہے۔ قریب ہی۔ ہم یہاں دو آدمی تھے۔ میں لڑکی کو اٹھا لایا تھا۔ جب سڑک پر کوئی نہ رہ گیا تو میرا ساتھی اُن تینوں کو گاڑی میں ڈال کر نکال لے گیا۔''

''موٹر سائیکل کیا ہوئی؟''

''وہ میرے پاس ہے۔''

''تو وہ لڑکی یہیں کہیں ہوگی۔''

''ہاں......میں اُسے ایک غار میں چھوڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں نکلا تھا۔''

''تمہارے گروہ کا سرغنہ کون ہے؟''

''یہ میں نہیں بتا سکتا۔''

''تمہاری مرضی......خیر اب تم مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔''

"تم میری زندگی کے خاتمے پر کیوں تل گئے ہو۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"دوسری صورت میں...... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ویسے ممکن ہے کہ تم بچ جاؤ۔ تم اپنے سرغنہ سے کہہ سکتے ہو کہ جب اس نے تین آدمیوں کو بیکار کر دیا تھا تو ایک کی کیا حقیقت ہے۔"

بارش کا زور اب کم ہو گیا تھا۔ فریدی نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا لیکن اس بار اس کا ریوالور اٹھا کر جیب میں ڈالنا نہیں بھولا۔ اس کی جامہ تلاشی لینے پر کچھ فالتو راؤنڈ بھی ہاتھ آئے۔ پھر اُس نے اُسے دھکے دے دے کر غار سے باہر نکالا۔

"مجھے لڑکی کے پاس لے چلو۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "اسی پر تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔"

کچھ دور چلنے کے بعد زخمی آدمی ایک غار میں مڑ گیا۔ فریدی کی ٹارچ روشن تھی۔ اس نے زوبیا کو دیکھا جو ایک طرف پڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ وہیں موٹر سائیکل بھی موجود تھی۔ شاید وہ بارش ہی کی وجہ سے رک گیا تھا ورنہ اسے بھی موٹر سائیکل پر نکال ہی لے گیا ہوتا۔

زوبیا کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور منہ میں رومال ٹھونس دیا گیا تھا۔

"اسے کھولو۔" فریدی نے کہا۔

"دیکھو...... تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔"

"کیا تمہیں اس لڑکی کے سامنے پٹتے ہوئے شرم نہیں آئے گی۔ آدمی بنو۔" فریدی نے کہا۔

مجبوراً اُسے زوبیا کو کھولنا ہی پڑا۔ وہ ہوش میں تھی۔

"سلیم صاحب۔" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

"ہاں...... اب تم محفوظ ہو۔ ذرا یہ ٹارچ لے کر یہاں کھڑی ہو جاؤ۔" اس نے ٹارچ زوبیا کی طرف بڑھا دی۔

پھر وہ اُسی ڈور سے جس سے زوبیا کے ہاتھ پیر باندھے گئے تھے اس آدمی کو جکڑ رہا تھا۔

"تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے۔" وہ غصیلی آواز میں بولا۔

"تم خاموشی اختیار نہ کرو گے تو مجبوراً مجھے تمہارا گلا گھونٹنا پڑے گا اور سنو تم لوگ خود کو محفوظ نہ سمجھو۔ میں تم میں سے ایک ایک کو مار ڈالوں گا۔ ورنہ میرے لئے کل تک اس آدمی کے

متعلق مکمل معلومات بہم پہنچاؤ۔ یہ قصہ اس سٹیج پر ہرگز ختم نہیں ہوسکتا۔ مگر مجھے اس لڑکی کو بحفاظت تمام واپس لے جانا ہے۔"

وہ آدمی کچھ نہ بولا۔

بارش تھم گئی تھی اور اب فریدی زوبیا کو کیریئر پر بٹھا کر رام گڈھ واپس جارہا تھا۔ مگر موٹر سائیکل کی رفتار تیز نہیں تھی کیونکہ کیریئر پر زوبیا بیٹھی ہوئی تھی۔ فریدی نے سوچا ممکن ہے وہ موجودہ حالت میں موٹر سائیکل کی تیز رفتاری برداشت نہ کرسکے۔ وہ برسوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی۔

"تم وہاں اُن کاروں کے نزدیک کیوں گئی تھیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے کسی نامعلوم آدمی نے خط لکھا تھا۔ اُس میں تحریر تھا کہ میں آپ اور پرویز سے ہوشیار رہوں۔ ساتھ ہی اس نے لکھا تھا کہ اگر میں کاروں کے قریب پہنچ سکوں تو وہ مجھے ایک بہت بڑے راز سے آگاہ کرے گا۔"

"اوہ......تو کیا تمہیں بھی کسی راز کی جستجو تھی۔"

"جی ہاں۔" وہ عجیب انداز میں بولی۔ "میں صرف اپنا راز معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مجھ سے کوئی راز وابستہ ہے، جو میرے لئے بھی راز ہے۔"

"کیا تم اس آدمی سے واقف تھیں جو آج بطخ کا شکار ہوگیا تھا۔"

"جی ہاں۔" وہ دردناک آواز میں بولی۔ "یہ میرے سلسلے میں تیسری موت تھی۔"

"بھئی تم پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔"

"آپ یقین کیجئے۔ میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ اُسے علم تھا کہ میرے لئے دو آدمی اس سے پہلے موت کا شکار ہوچکے ہیں لہٰذا وہ میرا راز دریافت کرنا چاہتا تھا۔ ہم دونوں گہرے دوست تھے۔ جب پرویز صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے تاکید کردی کہ میں ان سے ہوشیار رہوں۔ لیکن میں اُن سے ملتی ہی رہی۔ آپ خود ہی سوچئے کہ آدمی کسی سے ملے جلے بغیر کیسے زندگی گزار سکتا ہے۔ کل اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں نے پرویز صاحب سے ملنا جلنا

ترک نہ کیا تو وہ پرویز صاحب کو قتل کر دے گا۔ لہٰذا کل شام کو پرویز صاحب کو میرے روپئے سے بڑی تکلیف پہنچی۔ پھر اُن دونوں میں جھگڑا ہوگیا اور آج......!''

''کیا تم مجھے اس راز میں شریک کرسکو گی۔ بات دراصل یہ ہے کہ تمہارے دوست کی موت کے سلسلے میں پولیس پرویز پر شبہ کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر پولیس کا شبہ رفع نہ ہوسکا تو پرویز بڑی مصیبت میں پھنس جائے گا۔''

''نہیں پرویز صاحب کا اس موت سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔''

''پھر اس کی پشت پر کون ہوسکتا ہے۔''

''یہی معمہ میں آج تک نہ حل کرسکی۔''

''مگر تمہارا راز کیا ہے؟''

''میں نہیں جانتی کہ میرے اخراجات کون پورے کرتا ہے۔''

''تمہارے والدین۔''

''اوہ......میں نہیں جانتی وہ کون تھے۔ کہاں تھے۔ کب تھے۔''

''ظاہر ہے کسی نہ کسی نے تمہاری پرورش ضرور کی ہوگی۔''

''وہ ایک گونگی عورت تھی، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میری ماں نہیں تھی۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں تھی۔''

''سارے پڑوس کہتے تھے۔''

''پھر آخر تم اس کے پاس کیسے پہنچی تھیں؟''

''نہ وہ خود بتا سکتی تھی اور نہ پڑوسی۔''

''اب وہ کہاں ہے۔''

''میں چھ سال کی تھی تب اس کا انتقال ہوگیا۔''

''پھر اس کی بعد تم کہاں رہی تھیں؟''

''وہیں......اسی گھر میں......اس کی علالت کے دوران ہی میں ایک بوڑھا آدمی وہاں

آ گیا تھا۔اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس گونگی کا بھائی ہے۔"

"لیکن یہ نہیں بتایا کہ تم اس گونگی کو کہاں سے ملی تھیں۔"

"نہیں......اس نے نہیں بتایا۔لیکن وہ مجھے اُس گونگی کا بھائی نہیں معلوم ہوتا تھا۔"

"یہ کیوں؟"

"گونگی نچلے طبقے کی معلوم ہوتی تھی لیکن وہ بوڑھا ہر لحاظ سے بلند آدمی تھا۔وہ دولت مند بھی تھا، ذی علم بھی تھا اور بہتیری خوبیاں تھیں اُس میں۔گونگی کی موت کے بعد اس نے میری تعلیم و تربیت کی لیکن وہ ہمیشہ میرے والدین کے متعلق گفتگو کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت مجھے اس احساس میں مبتلا رکھتا تھا کہ میں ایک بے سہارا نا معلوم والدین کی بیٹی ہوں۔"

"وہ بوڑھا کہاں مل سکے گا؟"

"خدا جانے......آج سے دو سال پہلے وہ ایک دن اچانک غائب ہو گیا اور پھر آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا۔"

"بڑی عجیب کہانی ہے۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر پوچھا۔

"تمہارا مستقل قیام کہاں رہتا ہے۔"

"قائم آباد میں......وہیں میں نے ہوش سنبھالا تھا اور وہیں اب بھی رہتی ہوں۔گونگی کا مکان مختصر سا اور شکستہ حالت میں تھا۔مگر اب اُسی زمین پر ایک شاندار عمارت موجود ہے۔ یہ عمارت اسی بوڑھے نے بنوائی تھی۔"

"اب تمہارے اخراجات کیسے چلتے ہیں؟"

"ہر ماہ پانچ سو روپے کا چیک مل جاتا ہے اور میں اسے کیش کرا لیتی ہوں لیکن یہ نہیں جانتی کہ چیک کون بھیجتا ہے اس کے دستخط بھی سمجھ میں نہیں آتے۔"

"یہ تو بینک سے معلوم ہو سکتا ہے۔"

"لیکن مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ میں نے بہت کوشش کی ہے۔"

"میں معلوم کر لوں گا۔"

”میں زندگی بھر آپکی احسان مند رہوں گی۔ یہ الجھن میری لئے سوہان روح بن کر رہ گئی ہے۔“
فریدی کچھ نہ بولا۔موٹر سائیکل سناٹے کا سینہ مجروح کرتی رہی۔

رقاصوں کا نگران

دوسری صبح کا سورج کچھ پھیکا پھیکا سا تھا۔حمید نے انگڑائی لے کر کھڑکی پر دونوں ہاتھ ٹیک دیئے۔سورج پہاڑوں کے پیچھے سے ابھر چکا تھا اور خلاء میں چاروں طرف شعاعوں کے تیر اڑتے چلے گئے تھے،مگر حمید کو آج کی صبح کچھ اداس سی لگ رہی تھی۔نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ بھول گیا ہو۔کچھ کھو بیٹھا ہو۔اُس نے آنکھیں بند کر کے دو تین گہری گہری سانسیں لیں اور کھڑکی پر کہنیاں ٹیک کر جھک گیا۔

مقدر! وہ سوچ رہا تھا۔سطح سمندر سے کئی فٹ کی بلندی پر بھی ساتھ نہیں چھوڑتا...... بھاگو...... بھاگتے رہو......لیکن جس چیز سے بھاگو گے وہ ضرور تمہارا تعاقب کرے گی۔

وہ اپنی زندگی کے معمولات سے اُکتا کر رام گڈھ بھاگا تھا۔مگر ان تھکا دینے والے معمولات نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔پھر غیر معمولی حالات میں کسی کی موت...... پھر وہی زہر......اور پھر؟ کیا یہ ضروری تھا کہ زوبیا ہی سے اس کی ملاقات ہوتی اور ایک آدمی اس کیلئے اس سے لڑ جاتا۔پھر دوسرے دن اس کی موت کسی قسم کے زہر سے واقع ہو جاتی۔یہ مقدر ہی تو تھا۔اگر اب اس جنجال سے روگردانی بھی چاہتا تو نہ کر سکتا۔کیونکہ پولیس خود اس پر شبہ کر رہی تھی۔ یہ شبہ اپنی اصلیت ظاہر کر کے رفع بھی کیا جا سکتا تھا مگر فریدی......وہ قضائے مبرم کیطرح سر پر سوار تھا وہ ہرگز اسکے حق میں نہیں تھا کہ اپنی اصلیت ظاہر کر کے پولیس کا شبہ رفع کیا جائے۔

وہ ان خیالات سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا لیکن وہ ایک نہیں دو لڑکیوں کا معاملہ تھا۔اُسے یقین تھا کہ ڈالی کا تعلق مجرموں سے ضرور ہے ورنہ اُس کے کمرے میں ابتری پھیلانے کا کیا

مقصد تھا۔ یقینی طور پر یہ اسی لئے کیا گیا تھا کہ اس پر کسی قسم کا شبہ نہ کیا جا سکے۔ یا پھر اس کے خلاف بھی شبہ برقرار ہی رکھنا چاہتے تھے۔ مقصد جو کچھ بھی رہا ہو۔ دوپہر کے کھانے کے لئے اس نے ڈائیننگ ہال ہی کو ترجیح دی۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ وہ اور فریدی ساتھ ہی ڈائیننگ ہال میں داخل ہوئے اور سامنے والے دروازے میں وہی سراغ رساں نظر آیا جو پچھلی رات حمید کو بور کرتا رہا تھا.....وہ تیر کی طرح اُن کی طرف آیا۔

''کیا آپ بتا سکیں گے کہ آپ پچھلی رات سے اب تک کہاں رہے تھے۔'' اس نے فریدی سے پوچھا۔

''اوہ......اچھا اچھا۔'' فریدی سر ہلا کر مسکرایا۔ ''ابھی تک ہم لوگوں کی طرف سے شبہ رفع نہیں ہوا۔''

''آپ براہِ کرم میرے سوال کا جواب دیجئے۔''

''میں نے پچھلی رات نواب طاہر مرزا کے یہاں گذاری تھی۔''

''آپ ثابت کر سکیں گے۔''

''اگر آپ کو اُن کے ٹیلی فون نمبر نہ معلوم ہوں تو میں بتاؤں۔'' فریدی نے کہا۔ ''اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ وہ آج کل ہر وقت گھر پر مل سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے حال ہی میں چوتھی شادی کی ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' سراغ رساں نے کہا۔ ''میں ابھی معلوم کئے لیتا ہوں۔''

وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد حمید نے اسے ٹیلی فون ڈائریکٹری الٹتے پلٹتے دیکھا۔

''آپ کہاں تھے۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''ابھی بتاتا ہوں ذرا ان حضرت کو دفع ہو جانے دو۔''

''ارے یہ جونک ہے۔''

''آدمی سمجھدار معلوم ہوتا ہے۔''

وہ پھر خاموش ہو گئے۔ سراغ رساں فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ حمید اسے دیکھتا رہا۔ وہ جلد ہی ریسیور رکھ کر ڈائننگ ہال سے چلا گیا۔

فریدی نے پچھلی رات کی داستان چھیڑ دی اور حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑے سنتا رہا۔

''لیکن وہ اب کہاں ہے۔'' حمید نے اس کے خاموش ہوتے ہی مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''فلم اسٹار روحی کے یہاں۔ وہ بھی آج کل یہیں مقیم ہے۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ زوبیا دوبارہ یہاں واپس آئے۔ روحی کا مکان ہی مجھے اس کے لئے محفوظ معلوم ہوا۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ وہ اُسے میری اصلیت سے آگاہ نہ کرے۔''

''کیا میں روحی سے مل سکتا ہوں۔''

''نہیں......ابھی نہیں۔''

کچھ دیر بعد حمید نے بھی پچھلی رات کے واقعات دہراتے ہوئے کہا۔ ''کسی نے مقتول کے کمرے میں پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی تھی۔ بڑی مشکل سے آگ پر قابو پایا جا سکا۔ ویسے اس کے سامان کی ایک دھجی بھی صحیح و سلامت نہیں ملی۔''

''کاش میں اس کے سامان کی تلاشی لے سکا ہوتا۔''

''لیکن ہمارے کمروں پر کس نے ہاتھ صاف کیا۔''

''اگر ڈالی مجرموں کی ساتھی ہے تو یہ کسی سراغ رساں ہی کی حرکت ہوگی۔'' فریدی بولا۔ ''اور اگر مجرموں نے ہمارے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے کیلئے یہ اقدام کیا تھا تو ڈالی ان کی ساتھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ڈالی مشتبہ ہے۔ کیونکہ اس نے تمہیں اپنا پتہ غلط بتایا تھا اور تمہارے کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ اُس شیشی میں کیا رہا ہوگا۔''

''زہر......؟'' حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں......کوبرا کا زہر۔''

''کوبرا کا زہر۔'' حمید بیساختہ اچھل پڑا۔ پھر پوچھا۔ ''کیا آپ کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا علم ہے؟''

''نہیں......؟''

''وہ کوبرا کے زہر سے ہلاک ہوا تھا۔''

''اوہ......تو یہ حقیقت ہے کہ ہمیں پھنسانے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں نے آج ہی اس کا کیمیائی تجزیہ کرایا ہے۔کوبرا کا زہر۔''

فریدی کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''ہوسکتا ہے کسی سراغرساں ہی نے اسی زہر کیلئے دوبارہ تلاشی لی ہو۔ رہ گیا ڈالی کا مسئلہ تو ہوسکتا ہے کہ سراغرساں نے اسے تمہارے ساتھ دیکھ لیا ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کی نظر فون پر تھی۔

''نواب طاہر مرزا کا کیا قصہ تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''مجھے یقین تھا کہ پولیس میری عدم موجودگی کے متعلق ضرور استفسار کرے گی لہٰذا میں نے طاہر مرزا کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرلیا۔''

''لیکن آخر آپ اتنے پاپڑ کیوں بیل رہے ہیں۔ کیا آپ اپنی اصلیت ظاہر کرکے یہی کام انجام نہیں دے سکتے۔''

''نہیں...... میں پولیس کو اپنے پیچھے لگائے رکھنا چاہتا ہوں۔ فی الحال مجرموں کو زک دینے کے لئے یہی ایک طریقہ کارآمد ہوسکتا ہے۔''

''زوبیا کا معاملہ عجیب ہے۔ اگر اس نے راست گفتاری سے کام لیا تو......!''

''مجھے یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔ خیر تھوڑی دیر ٹھہرو۔ ہم کسی حد تک حقیقت کے قریب پہنچ جائیں گے۔ میں نے قائم آباد کے محکمہ سراغ رسانی کو تار دیا ہے کہ وہ الائیڈز بینک کے اکاؤنٹ نمبر چار سوسترہ کے متعلق معلومات فراہم کرے۔''

حمید پھر کچھ کہنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔ ''پھر موٹر سائیکل کا کیا ہوا؟''

''پچھلی رات میں نے اُسے کوتوالی کے قریب چھوڑ دیا تھا۔ آج غالباً وہ اپنے مالک کے پاس پہنچ بھی گئی ہوگی۔''

''کتنا عجیب کیس ہے۔ یہ زوبیا مجھے پہلے ہی عجیب معلوم ہوئی تھی۔''

''لیکن اس کے اس طرح اغواء کئے جانے کا مسئلہ عجیب ہے۔ وہ اپنے کسی ایسے دشمن کو نہیں جانتی جس سے اس قسم کا خدشہ ہو۔ ویسے اس کے لئے یہ بات حیرت انگیز ضرور ہے کہ جو اُس سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے کسی نہ کسی طرح موت کے گھاٹ اُتر جاتا ہے۔''

''آہا......!'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''یہ کیس ہے۔ ایسے کیسوں کے لئے میں اپنی تفریح قربان کرسکتا ہوں مگر آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟''

''مجبوراً چھوڑ دینا پڑا حمید صاحب۔'' فریدی بولا۔ ''زوبیا کو روحی کی کوٹھی میں چھوڑ کر دوبارہ پھر اُدھر ہی کی دوڑ لگائی تھی، لیکن اتنی دیر میں میدان صاف ہو چکا ہے۔ خیر فکر نہ کرو۔ اگر ہم اس ہوٹل ہی میں مقیم رہے تو جلد ہی ان لوگوں سے ملاقات ہوگی اور ہاں یہ حقیقت ہے کہ زوبیا اپنے وینٹی بیگ میں اعشاریہ دو پانچ کا پستول رکھتی ہے۔ ڈالی نے صحیح اطلاع دی تھی۔ یہ ڈالی میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔''

''آپ کی سمجھ میں مشکل ہی سے آئے گی کیونکہ وہ جوان بھی ہے اور حسین بھی۔''

''تم اس پر اپنے شبہ کا اظہار نہ ہونے دینا۔''

''وہ تو ہو بھی چکا پچھلی رات۔''

''کیا مطلب......!''

حمید نے اُسے بتایا کہ کس طرح ڈالی سے فون پر جھڑپ ہوئی تھی اور اُس نے اس پر یہ بات واضح کردی تھی کہ تار جام میں کوئی آئرن فیکٹری اس نام کی نہیں ہے جو اس نے اپنے باپ سے منسوب کی تھی۔

''پرواہ نہ کرو۔ مگر اس کے بعد تم نے ڈالی کے رویہ میں تبدیلی پائی تھی۔'' فریدی نے کہا۔

''کیوں نہیں......آج وہ ابھی تک مجھ سے ملنے نہیں آئی۔'' حمید نے جواب دیا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حمید نے پوچھا۔ ''کیا زوبیا اس پستول کا لائسنس رکھتی ہے۔''

''ہاں......اور اس کے لئے لائسنس جعفری نے حاصل کیا تھا۔''

''کون جعفری؟''

''وہی تلخ کا شکار۔ وہ قائم آباد کے متمول خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔لیکن زوبیا نے یہ بات میرے علاوہ اور کسی پر ظاہر نہیں کی۔''

دوپہر کے کھانے کے بعد حمید ڈالی کی تلاش میں نکلا۔لیکن وہ کہیں نہ ملی۔ اس کا کمرہ مقفل تھا۔ وہ پھر ڈائننگ ہال میں واپس آ گیا۔فریدی اب بھی یہیں موجود تھا۔

''قائم آباد سے اطلاع ملی ہے حمید صاحب۔ وہ اکاؤنٹ جس سے زوبیا کو ہر ماہ روپے ادا کئے جاتے ہیں کسی ڈاکٹر ناصر کا ہے اب میں زوبیا سے معلوم کروں گا کہ وہ کسی ڈاکٹر ناصر سے واقف ہے یا نہیں۔''

پھر وہ اٹھ کر جانے لگا۔

''کہاں......؟''

''کسی پبلک کال بوتھ سے زوبیا کو فون کروں گا۔''

وہ چلا گیا اور حمید اُن نیم مردہ آرٹسٹوں کو دیکھنے لگا جو پہیئے دار کرسیوں پر ڈائننگ ہال میں لائے گئے تھے۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر انہیں یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ اپنے کمروں میں کھانا کھا سکتے تھے مگر پھر خیال آیا کہ وہ تو اسطرح ایک دوا ''انرجین'' کی پبلسٹی کر رہے ہیں۔ ہر آرٹسٹ کیساتھ ایک خبر گیری کرنیوالا بھی تھا۔ انکی کرسیاں وہی لوگ دھکیل کر یہاں لائے تھے۔

کچھ دیر بعد حمید نے انہیں نیم مردہ آرٹسٹوں کو کھانا کھلاتے دیکھا۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کھانا بھی نہیں کھا سکتے تھے۔ ان آرٹسٹوں کے ساتھ ایک منتظم بھی تھا اور یہ خود بھی ایک شاندار آرٹسٹ ہی معلوم ہوتا تھا لیکن ان آرٹسٹوں کی طرح وہ نیم مردہ نہیں تھا۔ اس کا سینہ چوڑا چکلا تھا اور بازو مچھلیوں سے پُر تھے۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ آرٹسٹوں کی خبر گیری کرنے والے اسے ''ناگری صاحب'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اس وقت وہ بھی آرٹسٹوں کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ حمید نے اُسے اپنے ساتھ بیٹھنے کی دعوت دی، جو فوراً ہی شکریہ کے ساتھ قبول کر لی گئی۔ حمید کھانا کھا چکا تھا۔ ناگری نے بتایا کہ وہ

بھی کھانا کھا چکا ہے۔ آخر بات کافی پر ٹھہری۔ حمید نے کافی کے لئے آرڈر دیا۔ کچھ دیر تک حمید اُن آرٹسٹوں اور اُس عجیب وغریب مشروب پر حیرت ظاہر کرتا رہا پھر بولا۔ ''مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان کی حالت اتنی ابتر کیوں رہتی ہے؟''

''اوہ دیکھئے نا جناب...... یہ لوگ دراصل ازجین کے اشتہار ہیں اور یہ مشروب بھی صرف وقتی اثرات کا حامل ہے۔ اس میں ازجین کے وہ اجزاء شامل نہیں کئے گئے جو مستقل طور پر اعصاب کے لئے صحت بخش ہوتے ہیں۔''

''کیا ان کی یہ کیفیت قدرتی ہے۔''

''نہیں جناب! انہیں ایسی ادویات دی جاتی ہیں جن سے اعصاب بیحد کمزور ہوجاتے ہیں۔''

''مگر یہ تو ظلم ہے اور شاید جرم بھی؟''

''لیکن خود وہ لوگ نہ اُسے جرم سمجھتے ہیں اور نہ ظلم۔ انہیں اس کے لئے بہت بڑے بڑے معاوضے دیئے جاتے ہیں اور ان کی زندگیوں کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ ایک معینہ مدت کے بعد انہیں ازجین کا مکمل نسخہ استعمال کرایا جائے گا اور یہ معمول پر آجائیں گے۔ ہم نے اس کے لئے باقاعدہ طور پر وزارت صحت سے اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔''

''مجھے سخت حیرت ہے۔''

''ڈاکٹر اسفندیار کے لئے سب کچھ ممکن ہے جناب۔''

''میں نے یہ نام بہت سنا ہے لیکن کسی نے آج تک ڈاکٹر اسفندیار کو دیکھا بھی نہیں۔''

''یہ سعادت مجھے حاصل ہوچکی ہے جناب۔ ویسے حکومت کو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ڈاکٹر اسفندیار منظر عام پر کیوں نہیں آتے ہیں۔ اگر وہ منظر عام پر آنے لگیں تو اُن کا وقت کتنا برباد ہو۔ ایک جم غفیر ہر وقت اُن کی گرد رہے اور پھر وہ ملک وقوم کی خدمت نہ کرسکیں۔ وہ اب تک کئی وباؤں کا کامیاب علاج دریافت کرچکے ہیں۔ اس لئے وزارتِ صحت انہیں ہر وقت ہر قسم کی مراعات دینے پر تیار رہتی ہے۔''

پھر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور ناگری کافی ختم کرکے اٹھ گیا۔ اس کے جاتے ہی

فریدی ہال میں داخل ہوا۔

''کیا رہا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''وہ کہتی ہے کہ ناصر تو اسی بوڑھے کا نام تھا جو گونگی عورت کی موت کے بعد اس کی خبر گیری کرتا تھا لیکن وہ نہیں جانتی کہ وہ ڈاکٹر بھی تھا۔''

''یہ آخر ہے کیا چکر۔'' حمید اپنا سر سہلا کر بولا۔ لیکن فریدی خاموش ہی رہا۔

لاری کی چھت پر

مقامی سی آئی ڈی انسپکٹر ابھی تک اسی چکر میں تھا کہ کسی طرح حمید کو ماخوذ کر لے۔ لیکن اسے یہ ثابت کر دینے میں ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑا کہ بطخ کے حملے کے وقت حمید حوض کے آس پاس ہی کہیں موجود تھا۔ حمید کو اُسے چھیڑنے میں بڑا لطف آتا۔

ڈالی اب بھی حمید کے گرد منڈلا رہی تھی۔ اس نے بڑے خلوص کے ساتھ اعتراف کر لیا کہ وہ اپنی اصلیت کے بارے میں اس سے جھوٹ بولی تھی۔

''میری عادت ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میں اپنے متعلق کسی کو صحیح بات نہیں بتاتی۔''

''تب پھر تمہارا نام بھی سالی ہوگا۔''

''کیوں......؟''

''سالی کو ڈالی میں تبدیل کر دینا مشکل کام نہیں ہے۔''

''نہیں میں نے اپنا نام غلط نہیں بتایا۔''

''لیکن تم ایک ایسے آدمی سے ملتی ہی کیوں ہو، جس کی نگرانی پولیس کر رہی ہے؟''

''تم مجھے بہت پُراسرار معلوم ہوتے ہو۔''

''ہاں کسی حد تک۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

پھر بات آگے نہیں بڑھی۔ حمید اب اس میں صرف اسی حد تک دلچسپی لے رہا تھا کہ وہ فریدی کی نظروں میں مشتبہ تھی لیکن وہ زوبیا کے متعلق ہر وقت سوچتا رہتا۔ کبھی کبھی خیال آتا کہ آخر فریدی نے اس کے بیان کو سچ کیسے تسلیم کرلیا۔ ممکن ہے وہ بھی مجرمہ ہی ہو اور کسی مخالف گروہ نے اس کے گروہ کی ٹھن گئی ہو اور مرنے والے کا تعلق بھی زوبیا ہی کے گروہ سے ہو۔

اس سے پہلے بھی کئی بار وہ ایسے ہی حالات سے دوچار ہو چکا تھا۔ دو گروہوں میں جنگ ہوتی اور کمزور پڑنے والے گروہ کے کچھ آدمی پولیس کے ہاتھ لگ جاتے اور یہ لوگ پولیس پر یہی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے کہ وہ بے ضرر اور امن پسند شہری ہیں۔ لیکن وہ اس سے لاعلمی ہی ظاہر کرتے کہ وہ کس کے ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنے دشمنوں کی نشان دہی کردینے پر خود ان کی اصلیت ظاہر ہو جانے کا بھی خطرہ رہتا تھا۔

حمید سوچتا ہی رہا کیونکہ فریدی سے اس مسئلے پر بحث کرنا فضول ہی ہوتا۔ اس کی بات تو پتھر کی لکیر ہوتی تھی۔ وہ زوبیا کے متعلق جو نظریہ رکھتا تھا اسے تبدیل کرادینا کم از کم حمید کے بس کا روگ نہیں تھا۔ وہ صبح سے شام تک فریدی کی بھاگ دوڑ دیکھتا رہتا لیکن نہ تو اس سے کچھ پوچھتا اور نہ ہی اس پر زور دیتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ رام گڈھ کی خاک چھانے گا۔

جب سے بنچ والا کیس ہوا تھا اس نے ہوٹل سے باہر قدم نہیں نکالے تھے۔ حالانکہ فریدی نے اس قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔

ویسے حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھی کہ حمید کا موڈ ہی چوپٹ ہو گیا تھا۔ وہ یہاں آیا تو تفریح کی غرض سے لیکن اس کیس نے لفظ ''تفریح'' ہی کی مٹی پلید کر کے رکھ دی تھی۔

وہ شام کو بھی اپنے کمرے سے نہ نکلا۔ لیکن تقریباً سات بجے کسی نے اس کے دروازے پر دستک دی۔ آنے والا وہی تھا جن پر خار کھا کھا کر حمید ببول کا درخت بن چکا تھا۔

فریدی نے کوٹ اتار کر ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی اور ایک آرام کرسی پر گر کر سگار سلگانے لگا۔

پے در پے تین کش لینے کے بعد اس نے حمید سے پوچھا۔ ''آج کا تفریحی پروگرام کیا ہے۔''

''کیپٹن حمید ہمالیہ سے بحرِ عرب میں چھلانگ لگائے گا۔''

''موڈ خراب ہے۔'' فریدی اس کی جھلاہٹ پر مسکرایا پھر آہستہ سے بولا ''وہ رقاص شاید آج کوئی دوسرا کارنامہ پیش کریں گے۔''

''خدا انہیں معاف کرے۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''کیونکہ وہ دوسروں کے لئے تفریح مہیا کرتے ہیں۔''

''چلو اٹھو! یہاں بہت گھٹن ہے۔''

''کہیں جھونکنا ہے۔''

''نہیں! میں آج تمہاری بارات نکالوں گا۔''

وہ شاید اُسے اپنے ساتھ باہر لے جانا چاہتا تھا۔ طوعاً و کرہاً حمید اٹھا اور لباس تبدیل کر کے کھڑے کھڑے اونگھنے لگا۔

''کیا تمہیں بھی انرجین کا ایک ڈوز دیا جائے؟'' فریدی اسے دروازے کیطرف دھکیلتا ہوا بولا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کسی اڑیل گدھے کی طرح آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

''آج ہاتھوں میں کھجلی ہو رہی ہے۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''آج وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں اور ان کی تعداد تیرہ سے کم نہیں ہے۔''

''وہی جنہوں نے زوبیا کو اغواء کیا تھا۔''

''ہاں......آں......اُن کے علاوہ اور کون ہوگا۔''

''تو کیا وہ یہاں موجود ہیں۔''

''قطعی......کیا تم اپنے پیچھے قدموں کی آواز سن رہے ہو......نہیں......مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس چلتے رہو۔ فی الحال یہ صرف ایک آدمی ہے لیکن جیسے ہی ہم لان پر پہنچیں گے تعداد بڑھ جائے گی۔''

''اچھا تو آپ اپنے کمرے میں جایئے میں ان سے سمجھ لوں گا۔ صرف آپ کسی ایک کی پہچان کرا دیجئے۔''

''اونچے اڑ رہے ہو فرزند۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ان لوگوں سے نہیں الجھنا چاہتا۔ مجھے تو وہ آدمی چاہئے جس نے انہیں اغواء کے لئے تیار کیا تھا۔''

''لیکن اگر وہ انتقامی کاروائی کر بیٹھے تو......؟ ظاہر ہے کہ آپ نے ان کا کھیل بگاڑا تھا۔''

''تب ہوسکتا ہے میرا ہاتھ ان پر اٹھ جائے۔لیکن اس سے پہلے ممکن نہیں۔''

وہ دونوں عمارت سے باہر آ گئے اور اب وہ رقص گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

''بس تم اس طرح چلتے رہو جیسے تمہیں اس بات کا علم نہیں۔'' فریدی نے کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ یہ رات ڈھول دھپے کیلئے تو قطعی موزوں نہیں ہے۔ آج دن بھر موسم بہت اچھا رہا تھا......لہٰذا رات بھی خوشگوار تھی۔ پھر پیراڈائیز کا ماحول۔ وہ رقص گاہ پہنچ گئے۔ مائیکروفون سے ہلکی ہلکی موسیقی منتشر ہو رہی تھی لیکن ابھی آج پروگرام نہیں شروع ہوا تھا۔

موسیقی کا ریکارڈ ختم ہو جانے کے بعد معلن کی آواز آئی۔ ''بال سے پہلے آج پھر نیم مردہ رقاص آپ کی خدمت میں ایک پروگرام پیش کریں گے۔ انزجین کا ایک اور حیرت انگیز کرشمہ ملاحظہ فرمایئے۔انزجین جو بہت جلد آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ انزجین جو آپ کو ہر دوا فروش سے حاصل ہو سکے گی۔اس انزجین کا کرشمہ......!''

دفعتاً لاؤڈ سپیکر کی آواز خراب ہوگئی اور پھر معلن نے جو کچھ بھی کہا وہ کسی کی سمجھ میں نہ آ سکا۔

''پبلسٹی کا کتنا شاندار طریقہ ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''جہنم میں جھونکئے۔'' حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''وہ لوگ کہاں ہیں؟''

''یہیں ہیں اور سبھوں پر میری نظر ہے۔تم اس کی فکر نہ کرو۔ انزجین کا نیا کرشمہ دیکھو۔''

حمید کچھ نہ بولا اور پائپ سلگا کر سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد نیم مردہ رقاصوں کا پروگرام شروع ہوگیا۔ آج وہ ''محبت اور نفرت'' پر ایک رقص پیش کرنے والے تھے۔ آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ رقاصوں پر چار جانب سے مختلف رنگوں کی روشنیاں پڑنے لگیں۔

رقص شروع ہوگیا۔ دولڑکیاں تھیں اور ایک لڑکا۔ وہ دونوں ہی اس سے محبت کرتی تھیں مگر لڑکا صرف ایک طرف مائل تھا۔ دونوں اسے اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کرتی ہیں لیکن کامیابی صرف ایک کو ہوتی ہے۔ کامیاب لڑکی رقص کرتی ہوئی لڑکے کو رقص گاہ سے نکال لے جاتی۔ پھر شکست خوردہ لڑکی تنہا رہ جاتی ہے۔ حقیقتاً اس کا رقص ماسٹر پیس تھا جس میں وہ شکست کے بعد غصے اور نفرت کا اظہار کرتی ہے اس پر آہستہ آہستہ وحشت سی طاری ہوتی جاتی ہے اور پھر یک بیک ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے اسکا دماغ بالکل ہی الٹ گیا ہو۔ وہ فرش پر پڑے ہوئے پتھر چبانے لگتی ہے اس وقت اس پر چاروں طرف سے بہت ہی تیز قسم کی روشنیاں ڈالی جاتی ہیں۔

نزدیک و دور کے لوگ اسے پتھر چباتے دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً مائیکروفون سے آواز آئی۔ ”یہ انزجین کا دوسرا کرشمہ ملاحظہ فرمایئے جن صاحب کو بھی ان پتھروں کی اصلیت پر شبہ ہو۔ قریب سے دیکھ سکتے ہیں انہیں پرکھ سکتے ہیں۔“

رقص ختم ہو چکا تھا لیکن رقص کرنے والی اب بھی وہیں موجود تھی۔ وہ جاتی بھی کہاں۔ کیونکہ ایک جم غفیر نے اسے گھیر لیا تھا......لوگ اسے تحائف پیش کررہے تھے۔ کچھ ان پتھروں کا معائنہ کررہے تھے جو کچھ دیر پہلے مصری کی ڈلیوں کی طرح چبائے گئے تھے۔ حمید بھی اس بھیڑ میں شامل تھا لیکن فریدی نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی بھی زحمت نہیں گوارا کی تھی۔

ذرا ہی سی دیر میں رقاصہ کے آگے تحائف کے ڈھیر لگ گئے۔ کچھ لوگ اس کے آٹو گراف بھی چاہتے تھے۔

دو یا تین منٹ کے بعد مائیکروفون سے آواز آئی۔ ”اب براہِ کرم آرٹسٹ کے پاس سے ہٹ آیئے۔“

بھیڑ ہٹ گئی لیکن حمید چپ چاپ سر جھکائے کھڑا رہا۔

”فرمایئے...... جناب۔“ رقاصہ نے حمید کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

”جلدی کیجئے...... میں اب تھکن سی محسوس کررہی ہوں۔“

''میری طرف سے شمال کا عظیم پہاڑی سلسلہ تحفتاً قبول فرمائیے۔'' حمید نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ رقاصہ ہکا بکا رہ گئی۔ شاید یہ مزاح اس کے لئے غیر متوقع تھا۔ اس نے بہت بُرا سا منہ بنایا اور سر کو پرغرور سا جھٹکا دے کر دوسری طرف مڑ گئی۔

حمید آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی میز کی طرف واپس جا رہا تھا لیکن دفعتاً اس کے قدم رک گئے اس نے فریدی کو دیکھا جو دو اجنبیوں کے بازوؤں کا سہارا لئے ایک طرف جا رہا تھا۔ انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے اس نے بہت زیادہ پی لی ہو۔

حمید اسے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ دونوں اجنبی اسے بیرونی پھاٹک کی طرف لے جا رہے تھے۔ یکایک حمید کو خیال آیا کہ فریدی نے یہاں آتے وقت چند تعاقب کرنے والوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تو پھر..... کیا وہ اس پر قابو پا گئے ہیں، لیکن یہ صرف دو آدمی ہیں..... صرف دو...... آدمی اور فریدی کو اس طرح لے جائیں؟ یقیناً انہوں نے کوئی خاص طریقہ اختیار کیا ہے۔ ممکن ہے اُسے کوئی چیز دھوکے سے دے دی گئی ہو۔ جس سے ذہن قابو میں نہ رہ جائے۔ پھر اسے یاد آیا کہ فریدی نے تعاقب کرنے والوں کی تعداد تیرہ بتائی تھی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ دوسرے آدمی بھی یہیں موجود ہوں گے..... لیکن.....؟''

حمید نے مزید غور کرنا بیکار سمجھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا رخ باغات کی طرف ہو گیا۔ وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جاتا ہے یا نہیں۔ ویسے وہ باغات سے گذرتا ہوا پھاٹک تک بھی پہنچ سکتا تھا اور شاید ان لوگوں کو پیچھے بھی چھوڑ سکتا تھا، جو فریدی کو پھاٹک کی طرف لے جا رہے تھے۔ حمید کی رفتار بہت تیز تھی۔ پھاٹک پر پہنچنے سے قبل ہی وہ مطمئن ہو گیا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اُسے وہ دونوں آدمی نظر آئے جو فریدی کو سہارا دیئے ہوئے کہیں لے جا رہے تھے۔

دفعتاً اس نے فریدی کو کہتے سنا۔ ''بھائی ذرا آہستہ..... مجھے دکھائی نہیں دیتا۔''

وہ دونوں اس پر کچھ بولے نہیں، البتہ حمید نے محسوس کیا کہ وہ آہستہ چلنے لگے ہیں۔ ان

کا رخ ادھر ہی تھا جہاں گاڑیاں پارک کی جاتی تھیں۔

حمید بھی خودرو جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اسی طرف بڑھنے لگا تھا۔ وہ لوگ ایک لاری کے قریب رک گئے۔ حمید جھاڑیوں سے نکل کر پارک کی ہوئی کاروں کے درمیان آ گیا۔ پھر جیسے ہی فریدی کو لاری میں بٹھایا گیا پانچ آدمی اور لاری کے قریب پہنچ گئے۔ اب وہ تعداد میں سات ہو گئے جب وہ بھی لاری میں بیٹھ چکے اور انجن اسٹارٹ کر دیا گیا تو حمید نے ایسی حیرت انگیز پھرتی دکھائی جو شاید فریدی کے لئے بھی غیر متوقع ہوتی۔ یعنی لاری کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی وہ اس کی چھت پر پہنچ چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اوپر پہنچ جانے کے بعد وہ غیر متوقع طور پر کسی نئی مصیبت سے دوچار ہو گیا ہو۔ وہ داہنی کروٹ لیٹا ہی تھا کہ کوئی سخت سی چیز اس کے سینے میں آ لگی اور ساتھ ہی کسی نے سرگوشی کی۔ ’’خبردار......اگر آواز نکلی تو گولی دوسری طرف نکل جائے گی۔‘‘

حمید دم بخود رہ گیا۔ اس نے جلدی میں اُس لمبی اور سیاہ سی چیز پر دھیان ہی نہیں دیا تھا جو پہلے ہی سے لاری کی چھت پر موجود تھی۔

لاری کی رفتار تیز ہو گئی اور حمید اپنے سینے پر ریوالور کی نال کا دباؤ محسوس کرتا رہا۔ مگر وہ خوشبو کتنی دلکش تھی جس کی مہک اس کے ذہن کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ خوشبو اس کے لئے نئی نہ ہو۔ وہ چپ چاپ پڑا رہا۔ لاری دوڑتی رہی لیکن شاید حمید کا ذہن اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری پر مائل تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ کتنے چالاک ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ اس سے لاری کی چھت پر ملاقات ہو گی۔ لہٰذا انہوں نے اس کے تعاقب کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی تھی اور اب ان کا صرف ایک ہی آدمی اس کے لئے کافی تھا۔ حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

’’کیا تمہارے پاس ایک کمبل بھی ہو گا دوست......میں سردی محسوس کر رہا ہوں۔‘‘

’’چپ پڑے رہو۔‘‘ حمید کے سینے پر ریوالور کا مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا گیا۔ اس بار آواز سرگوشی سے کچھ بلند تھی لیکن حمید کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا کیونکہ وہ کسی عورت کی آواز

تھی۔ پھر اس نے سوچا ممکن ہے اسے دھوکا ہوا ہو، لہٰذا اسے چاہئے کہ ایک بار پھر اسے اسی طرح بولنے پر مجبور کرے، اگر وہ کوئی عورت ہی ثابت ہوئی تو......؟

''اگر میں سوجاؤں تو تمہیں اس پر اعتراض تو نہ ہوگا۔'' حمید نے کہا۔ ''مجھے نیند آرہی ہے۔''

''چپ چاپ لیٹے رہو۔ کیا تم نے سنا نہیں۔'' اس بار پھر اس کی آواز سرگوشیوں کے پیچاک سے نکل آئی تھی۔

حمید نے معلوم کر کے کہ وہ کوئی عورت ہی ہے ایک طویل سانس لی اور پھر پے در پے ٹھنڈی سانس لیتا رہا۔ لیکن پستول یا ریوالور اس کے سینے سے نہیں ہٹایا گیا۔

''تم کون سا سینٹ استعمال کرتی ہو؟'' حمید نے پوچھا۔

عورت کچھ نہ بولی۔ لیکن حمید کے سینے پر دباؤ کچھ اور بڑھ گیا۔

''کیا تم مجھے اپنی عمر بتانے کی زحمت گوارا کرو گی؟''

''کیوں؟''

''اگر عمر زیادہ ہوئی تو میں تمہارے ہاتھوں مرنے پر یہاں سے چھلانگ لگا کر جان دینے کو ترجیح دوں گا۔''

عورت نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور حمید بے ساختہ چونک پڑا۔ یہ ہنسی بھی جانی پہچانی ہوئی سی تھی۔

''ڈالی۔'' اس نے متحیرانہ انداز میں دہرایا اور ریوالور کا دباؤ یک بیک بہت کم ہوگیا۔

حمید احمق ہی تھا۔ اگر اس موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا۔ دوسرے ہی لمحے میں ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے ریوالور اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''تم......تم......کون ہو۔'' عورت نے خوفزدہ آواز میں پوچھا۔

''وہی پرانا غوطہ خور...... پرویز......!''

عورت نے ایک طویل سانس لی۔

دوسری جھڑپ

کچھ دیر تک دونوں ہی خاموش رہے پھر ڈالی نے کہا۔ ''تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''ظاہر ہے کہ تمہارے سات آدمی نیچے موجود ہیں۔'' حمید بولا۔

''تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ میں ان سے واقف نہیں ہوں۔''

''پھر کیا تم یہاں لیٹی مونگ پھلیاں کھا رہی تھیں۔''

''نہیں...... میں نے چند آدمیوں کو آج گفتگو کرتے سنا تھا وہ یہاں سے کسی کو زبردستی لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔''

''کیا تم انہیں پہلے سے جانتی تھیں؟''

''تمہیں اس سے کیا سروکار...... لیکن میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید نے پوچھا۔ ''وہ کسے پکڑ کر لے جا رہے ہیں؟''

''میں یہ بھی نہیں جانتی...... مجھے تو ان کی قیام گاہ معلوم کرنی ہے۔''

''کیوں؟''

''تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔''

''کیوں نہ ہونا چاہئے۔ کیا وہ ساتوں میرے ساتھی نہیں ہیں۔''

''نہیں......!'' ڈالی کی آواز میں خوف تھا۔

''ہاں میری مکھن کی مورتی۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔

''میرے بھی مددگار ہیں۔'' ڈالی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

''ہوں گے۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔ ''بہتر ہے کہ تم انہیں اسی وقت بلا لو۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ تم کو کچھ دیر بعد کسی دیگ میں ڈالی کو بھون ڈالا جائے۔''

ڈالی کچھ نہ بولی، البتہ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ حمید نے کہا۔ ''تم اب تک مجھے دھوکا دیتی رہی ہو۔''

''مگر کیا تم دھوکا کھا گئے۔ کیا تمہیں پہلے ہی سے مجھ پر شبہ نہیں تھا؟'' ڈالی نے کہا۔

''اسی وقت سے جب تم نے اس لڑکی کے وینٹی بیگ میں پستول کی موجودگی کا تذکرہ کیا تھا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مرنے والا تمہارے ہی ہاتھوں ختم ہوا تھا۔ پھر تم زہر کی شیشی میرے کمرے میں ڈال گئی تھیں، تاکہ میں......!''

''تم نشے میں تو نہیں ہو۔'' ڈالی بول پڑی۔ ''یہ سب بکواس ہے۔ تم نے ابھی جو کچھ کہا ہے اس میں ذرا برابر بھی سچائی نہیں ہے۔ میں آخر اُسے زہر کیوں دینے لگی۔''

''اپنے مددگاروں کی خاطر۔''

''میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔''

''پھر تم یہاں کیوں نظر آ رہی ہو۔''

''بس یونہی مجھے ایڈونچر کا شوق ہے۔''

''اگر میں تمہیں نیچے دھکیل دوں تو کیسی رہے؟''

''کک......کیوں......!'' ڈالی ہکلائی۔

''بس یونہی......ایڈونچر کی خاطر۔ میں بھی ایڈونچر کا عاشق زار ہوں۔''

''تمہیں میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی۔ میرا خیال ہے کہ تم ان لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے۔''

''پھر میرا تعلق تمہارے مددگاروں سے ہوگا۔''

ڈالی کچھ نہ بولی۔ لاری کی رفتار کم ہوگئی۔ حمید سوچنے لگا کہ کہیں نیچے والوں نے آواز نہ سن لی ہو۔ ویسے لاری کا انجن تو اتنا شور مچا رہا تھا کہ ان کی آوازوں کے سن لئے جانے کا امکان نہیں تھا۔

حمید نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اندھیرے میں کچھ سجھائی نہ دیا لیکن یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ وہ آبادی میں نہیں ہیں۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ لاری کسی طرف مڑ رہی ہے۔ ویسے اگر وہ اٹھ کر بیٹھ سکتا تو اس کی ہیڈ لائیٹس میں کم از کم یہ تو دیکھ ہی سکتا تھا کہ یہ سفر کس علاقے میں کیا جا رہا ہے۔ رام گڈھ اس کا بھی کئی بار کا دیکھا ہوا تھا۔

لاری کی رفتار پھر تیز ہوگئی۔ وہ شاید مڑنے ہی کے لئے آہستہ چلنے لگی تھی۔

''ہاں......اب بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں۔'' حمید دوبارہ لیٹتا ہوا بولا۔

''تم حقیقتاً کون ہو؟''

''حقیقتاً میں ڈیم فول ہوں اور اس فکر میں ہوں کہ کسی طرح پولیس کو مطمئن کرسکوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا جغرافیہ کیا ہے۔''

''اگر تم ان لوگوں سے تعلق نہیں رکھتے تو یہاں نظر کیوں آرہے ہو۔'' ڈالی نے حمید ہی کا جملہ دہرایا۔

''ایڈونچر، مائی سویٹ پی ہنی ڈیو مایلڈ اسموک۔''

''کبھی کبھی تم لفنگوں کے انداز میں گفتگو کرنے لگتے ہو۔''

''پتہ نہیں کب کیسے آدمیوں کا ساتھ ہو جائے۔ اسی لئے میں بھانت بھانت کی بولیوں کا ماہر ہوں۔''

لاری کی رفتار پھر سست ہونے لگی تھی۔ بالآخر وہ رک ہی گئی۔

پھر کھڑکی کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ حمید خاموش ہی رہا۔ ڈالی کو بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد حمید نے سر اٹھایا۔ یہاں چاروں طرف جھاڑیوں اور گھنے درختوں کے سلسلے بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جگہ خشک لکڑیوں کے ڈھیر سے آگ کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں اور اس وجہ سے کم از کم اتنی جگہ تو اچھی طرح روشن ہوگئی جہاں وہ ساتوں فریدی سمیت خاموش کھڑے تھے۔ فریدی اب ہوش میں نظر آرہا تھا لیکن اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

''ارے......تو یہ تمہارا ساتھی تھا۔'' ڈالی نے ایک طویل سانس لی۔

لاری ایک گھنیرے درخت کے نیچے کھڑی کی گئی تھی جس کی شاخیں اس کی چھت پر جھکی ہوئی تھیں۔ اس لئے وہ دونوں دیکھ لئے جانے کے احتمال سے بے پروا سر اٹھائے دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً ایک طرف جھاڑیوں سے ایک نقاب پوش نمودار ہوا۔

اسے دیکھ کر وہ ساتوں الگ ہٹ گئے۔ نقاب پوش فریدی کے سامنے کھڑا اسے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ ’’زوبیا کہاں ہے؟‘‘

’’جہاں بھی ہوگی باخیریت ہوگی۔ تم مطمئن رہو۔‘‘ فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

’’زوبیا......زوبیا......!‘‘ ڈالی مضطربانہ انداز میں بڑبڑائی۔ ’’یہ تو اسی لڑکی کا نام تھا۔‘‘

’’خاموش رہو۔‘‘ حمید نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف نقاب پوش فریدی سے کہہ رہا تھا۔ ’’اگر تم نے زوبیا کا پتہ نہ بتایا تو میں تمہیں اسی الاؤ میں بھون کر رکھ دوں گا۔‘‘

’’برفیلے میدانوں میں جب ہم سفید بھیڑیوں کا شکار کرتے ہیں تو آگ ہمارے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہوتی۔‘‘ فریدی کا جواب تھا۔

نقاب پوش نے ہاتھ اٹھایا۔ شاید وہ فریدی کے منہ پر تھپڑ مارنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی کے دونوں پیر اس کے سینے پر پڑے اور وہ دور جا پڑا۔

’’میرے خدا۔‘‘ ڈالی آہستہ سے بولی۔ ’’کتنا پھرتیلا ہے۔‘‘

پھر اُن ساتوں نے فریدی پر یلغار کردی۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے لیکن حمید ششدر رہ گیا کیونکہ وہ ابھی تک اس سے بے خبر تھا کہ فریدی صرف پیروں سے بھی لڑسکتا ہے۔ وہ اچھل اچھل کر انہیں لاتیں رسید کررہا تھا اور ان میں سے کوئی بھی ابھی تک اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا پایا تھا۔ ڈالی نے حمید کو جھنجھوڑ کر کہا۔ ’’تم یہاں پڑے کیا کررہے ہو۔‘‘

’’عیش کررہا ہوں۔ مزہ آرہا ہے۔ ایسی لڑائیاں روز روز نہیں نظر آتیں۔ ذرا دیکھو میرے شیر کو۔ ہاتھ بندھے ہونے کے باوجود انہیں کس طرح ٹھیک کررہا ہے۔‘‘

’’تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔ وہ بیچارہ تنہا ہے۔ لاؤ میرا پستول مجھے دو۔ میں اُن سے سمجھ لوں گی۔‘‘

’’ٹھہرو! جلدی نہ کرو۔‘‘

’’کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی خطرناک پچویشن ہوسکتی ہے۔‘‘

''ارے...... یہ بھی کوئی سچویشن ہے۔ بات تو تب تھی کہ یہ اسکے پیر بھی باندھ دیتے۔''

''اوہ...... دیکھو...... اُس نقاب پوش نے ریوالور نکال لیا ہے۔'' ڈالی حمید کو جھنجھوڑ کر بولی۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور نقاب پوش چیخ مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔ گولی اس کے داہنے ہاتھ پر لگی تھی۔ پھر وہ سب بھی بوکھلا گئے جو فریدی پر قابو پانے کی کوشش کرر ہے تھے۔

''خبردار! کوئی بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے۔'' حمید دہاڑا۔''اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔''

وہ سب جہاں تھے وہیں رک گئے۔

''سلیم کے ہاتھ کھول دو۔'' حمید نے پھر انہیں للکارا۔''جلدی کرو...... تم سب میری نظروں میں ہو۔ ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

نقاب پوش نے زمین سے اٹھنا چاہا لیکن حمید نے ایک ہوائی فائر بھی کر دیا۔ اُس نے اپنی دانست میں ہوائی فائر کیا تھا لیکن اتفاق سے گولی نقاب پوش کی فلٹ ہیٹ پر پڑی اور وہ اچھل کر الاؤ میں جا پڑی...... نقاب پوش کھڑا سر سہلا رہا تھا۔

''چلو...... جلدی کھولو......!'' حمید پھر دہاڑا۔

''تم کون ہو۔'' نقاب پوش چیخ کر کراہا۔ اُس کے داہنے ہاتھ سے خون ٹپک رہا تھا۔

''پیراڈائیز میں دو شکاریوں کے علاوہ تیسرا کون تھا۔'' حمید نے جواب دیا۔

وہ اُن لوگوں کی طرف مڑ کر چنگھاڑنے لگا جو دوسرے شکاری کو اپنے ساتھ لگا لائے تھے۔

دفعتاً حمید نے فریدی کو نقاب پوش پر چھلانگ لگاتے دیکھا۔ اُسے اُس کے دونوں ہاتھ بھی آزاد نظر آئے۔ شاید اسی جدوجہد کے دوران میں رسی کی بندش ڈھیلی ہوگئی تھی اور وہ اپنے ہاتھ کھول لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

حمید نے بھی لاری کی چھت سے چھلانگ لگائی۔ دوسری طرف نقاب پوش فریدی کو جھکائی دے کر ایک طرف بھاگ نکلا تھا۔ لیکن وہ ساتوں اب بھی وہیں کھڑے تھے اور ان کی نظریں حمید کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور پر تھیں۔ فریدی نقاب پوش کے پیچھے دوڑا تھا۔

''ڈالی۔'' حمید نے آواز دی۔ ''آؤ...... مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

''اس سے کیا فائدہ ہوگا'' اُن میں سے ایک آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ تو نکل ہی گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے۔''

''وہ میرا چھوٹا بھائی تھا۔ تم اس کی فکر مت کرو۔'' حمید نے جواب دیا۔

ڈالی لاری کی چھت سے پہلے ہی اُتر آئی تھی۔ حمید کے آواز دینے سے قریب آ گئی۔

''تم ذرا پستول لے کر ان پر نظر رکھو۔'' حمید نے اس کا پستول اُسے واپس کرتے ہوئے کہا۔ ''تا کہ میں انہیں پیک کرسکوں۔''

ڈالی نے پستول کا رخ اُن کی طرف کر دیا اور حمید ہر ایک کی ٹائی کھول کر اُسی سے اُس کے ہاتھ باندھنے لگا۔ دس منٹ کے اندر ہی اندر اس نے ساتوں کے ہاتھ باندھ کر انہیں ذبح کئے جانے والے مویشیوں کی طرح زمین پر گرا دیا۔

''خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ پڑے رہو۔'' اس نے کہا اور اپنی جیب میں تمباکو کی پاؤچ ٹٹولنے لگا۔

''ہم...... بالکل......!'' ایک آدمی نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن حمید نے ٹھوکر مار کر اُسے خاموش کر دیا۔

''اب ان کا کیا کرو گے؟'' ڈالی نے پوچھا۔

''کسی اونچی چٹان سے نیچے پھینک دیں گے۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔

''تم قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔''

''اخاہ! تم اس طرح بول رہی ہو جیسے قانون کی نواسی یا بھتیجی ہو۔''

''انہیں میرے حوالے کر دو۔''

''یا تمہیں ان کے حوالے کر دوں۔''

''میرا پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہے یہ نہ بھولو۔''

''اوہ......!'' حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''اب ایک ایک کر کے انہیں اٹھاؤ اور لاری میں لے چلو۔'' ڈالی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بب...... بہت اچھا۔'' حمید خوفزدہ سی آواز میں ہکلایا۔ لیکن پھر یک بیک ڈالی کے سر پر سے دوسری طرف دیکھتا ہوا پُر مسرت لہجے میں چیخا۔ ''پکڑ لیا نا......!''

ڈالی بے ساختہ اُدھر مڑی لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید کا ہاتھ اس کے ریوالور والے ہاتھ پر پڑ چکا تھا۔

ڈالی کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح پلٹ پڑی۔ مگر پستول تو اب حمید کی جیب میں پہنچ چکا تھا۔

''راوی اس کہانی کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جب کالے دیو نے نیلم پری کے ہاتھ سے پستول چھین لیا تو......!'' حمید نے کہا۔ وہ کھانسنے لگا اور ساتھ ہی ڈالی کے حملے بھی روکتا جا رہا تھا۔ یہ کھیل چند منٹ تک جاری رہا پھر ڈالی تھک ہار کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

''تمہیں پچھتانا پڑے گا۔'' وہ اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

''میں پچھتاوے کا عادی ہو چکا ہوں۔ کیونکہ مجھے دن میں سرکاری...... ارر...... مطلب یہ ہے کہ مجھے دن میں کئی بار پچھتانا پڑتا ہے...... آؤ...... قریب آؤ۔'' حمید اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا ہوا بولا۔

''چھوڑ دو مجھے۔''

''اس رات کو یادگار بنانے کیلئے ہم رمبا ناچیں گے۔ ریتم ٹیم...... ری تم...... ری...... ٹیثم...... ویثم...... ٹی...... ثم۔'' وہ اسے اپنی طرح کھینچ کر سچ مچ ناچنے لگا تھا۔

''ہٹو...... گدھے...... کمینے...... مجھے چھوڑ دو...... ورنہ۔'' ڈالی اس کی گرفت سے بچنے کے لئے مچلتی رہی لیکن حمید ناچتا ہی رہا۔ یہی نہیں بلکہ وہ قیدیوں سے کہہ رہا تھا ''تم سب گاؤ...... گاؤ ورنہ تمہاری شکلیں ایسی کردوں گا کہ برسوں پہچانے نہ جاسکو گے۔''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' ڈالی دانت پیس کر بولی۔

''اگر تم یہی سمجھتی ہو تو تمہارا غصہ فضول ہے، حقیقتاً میرا دماغ الٹ گیا ہے اور اب ناچتے ناچتے تمہیں لے کر کسی کھڈ میں کود جاؤں گا۔ تمہاری جیلی بن جائے اور میرا جام۔''

''ارے......بچاؤ......بچاؤ۔'' یک بیک ڈالی بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخنے لگی۔

''ارے......بچاؤ......بچاؤ۔'' حمید بھی بالکل اسی انداز میں چیخا اور پھر دفعتاً انہوں نے پتھریلی زمین پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔ جھاڑیاں سرسرائیں اور دوسرے ہی لمحے میں فریدی اُن کے سامنے کھڑا انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

حمید اسی طرح ناچتا رہا۔

''بچایئے......مسٹر سلیم......مجھے بچایئے۔'' ڈالی تقریباً روتی ہوئی بولی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' فریدی ان کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ حمید خاموشی سے ڈالی کو ادھر اُدھر دھکیلتا پھر رہا تھا۔ فریدی نے زبردستی انہیں الگ کیا۔ حمید آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ ''میں انتقام لے رہا ہوں۔ یہ لڑکی انہیں کی ساتھی ہے۔''

''یہ سراسر بکواس ہے۔'' ڈالی نے کہا۔

''چلو......!'' فریدی حمید کی گردن پکڑتا ہوا بولا۔ ''انہیں لاری میں لے چلو۔''

حمید ایک ایک کو ٹھوکر مار کر اٹھانے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ سب لاری میں پہنچ گئے۔ حمید کو راستے کا اندازہ تھا لیکن خود اس نے گاڑی ڈرائیو کرنے کی پیش کش نہیں کی کیونکہ وہ ڈالی پر ہر لحظہ نظر رکھنا چاہتا تھا۔

فریدی ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حمید اور ڈالی قیدیوں کے ساتھ رہے۔ فریدی نے بتایا کہ وہ نقاب پوش کو پکڑنے میں ناکام رہا تھا۔

حمید نے اُسے جرمن زبان میں ڈالی کے متعلق بتاتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ اتنی آسانی سے ان کے ہاتھ کیسے آ گئے تھے۔''

''بس اتفاق۔ وہ کافی جو میں نے منگوائی تھی نشہ آور کر دی گئی تھی اور یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ تم اپنی پیالی بھرے بغیر اٹھ کر رقاصہ کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر تعجب ہے کہ انہوں نے تمہیں بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا۔''

دفعتاً فریدی نے پورے بریک لگا دیئے اور لاری ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ سامنے

سڑک پر تین آدمی اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ انہیں بچا کر لاری نکال لے جانا ناممکن تھا۔

وہ کون تھی

حمید کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف گیا اور ریوالور سمیت باہر آیا۔ شاید فریدی کے پاس تو ریوالور تھا ہی نہیں۔ اُس نے بڑی تیزی سے گاڑی کی تمام روشنیاں گل کر دیں۔

''تڑاک...... تڑاک...... تڑاک۔'' تین گولیاں لاری کے مختلف حصوں سے ٹکرائیں۔

حمید نے ڈالی کا پستول فریدی کو دیتے ہوئے کہا۔ ''سنبھالئے۔''

''اوہ...... شکریہ...... مگر خواہ مخواہ گولیاں صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''خود کو ہمارے حوالے کردو۔'' باہر سے کسی نے چیخ کر کہا۔ ''ورنہ کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔''

''تم شوق سے فائرنگ کرو۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''ہر کھڑکی پر تمہارا ہی ایک آدمی موجود ہے۔''

''نہیں...... نہیں۔'' ساتوں قیدی بیک وقت چیخے اور فریدی نے قہقہہ لگایا۔

حمید نے محسوس کیا کہ ڈالی کانپ رہی ہے۔ اُس نے حمید کا بازو پکڑ لیا تھا۔

''بس دم نکلنے لگا۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔ ''ایڈونچر کے عاشقوں کے لئے رائفلیں ٹافیاں نہیں اگلتیں۔''

''میں تو ہنس رہی تھی۔'' ڈالی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''کیا تم سمجھے تھے کہ میں کانپ رہی ہوں۔''

''ذرا زور سے ہنسو ڈیئر تاکہ وہ گولیاں چلانے کی بجائے شاعری کرنے لگیں۔''

پھر کچھ گولیاں لاری سے ٹکرائیں اور قیدی پھر چیخنے لگے اور اسی اثناء میں لاری بھی حرکت میں آ گئی۔ مگر فریدی نے اس کی ہیڈ لائیٹس نہیں روشن کی تھیں۔

فائر برابر ہوتے رہے تھے۔حمید نے بھی اندازاً دو تین راؤنڈ چلائے۔لیکن فریدی کے خیال کے مطابق وہ گولیاں ضائع کرنا ہی تھا۔اچانک یکے بعد دیگرے دھماکے ہوئے اور لاری پچھلے پہیوں کے بل سڑک پر گھسٹنے لگی۔حملہ آوروں نے اُس کے دونوں پچھلے پہیئے بیکار کر دیئے تھے۔

مجبوراً لاری روک دینی پڑی لیکن حمید باہر قدم بھی نہیں رکھ سکا تھا کہ اس پر کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا۔صرف وہی نہیں بلکہ لاری میں بیٹھے ہوئے سبھی آدمی بُری طرح کھانس رہے تھے اور فضا میں ایک بوجھل سی بُو رقص کرتی پھر رہی تھی۔ایسی بو جس سے دم گھٹتا ہوا سا محسوس ہو رہا تھا۔ڈالی کی گرفت حمید کے بازو پر سخت ہوتی گئی۔شاید وہ کھانستے کھانستے تشنجی کیفیت کا شکار ہوگئی تھی۔حمید فریدی کو بھی کھانستے سن رہا تھا۔

حمید کا سر چکرا رہا تھا۔تھوڑی ہی دیر بعد اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ اپنے ذہن کو قابو میں نہ رکھ سکے گا۔ساتھ ہی اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے ہونے لگے۔پھر فضا میں چکرانے والی بدبو کا احساس بھی فنا ہوگیا۔اس کا جسم بے حس وحرکت ہو چکا تھا۔

پھر دوبارہ جب اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت واپس آئی تو وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکا کیونکہ اس کا سارا جسم رسی سے جکڑا ہوا تھا۔وہ زبان بھی نہ ہلا سکا کیونکہ منہ میں حلق تک کپڑا ٹھسا ہوا تھا اور سانس لینے میں بھی دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ سفر ہنوز جاری ہے۔لیکن گاڑی میں اندھیرا تھا۔ویسے یہ تو معلوم ہی کیا جا سکتا تھا کہ گاڑی بہت زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ اپنی منزل کی طرف جا رہی ہے۔حمید فریدی اور ڈالی کے متعلق سوچنے لگا۔کیا وہ بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہوئے ہوں گے۔اس نے کروٹ لینے کی کوشش نہیں کی۔حالانکہ چت پڑے رہنے سے اس کی پیٹھ بہت شدت سے دکھنے لگی تھی۔اس نے سوچا ممکن ہے وہ کسی لاری کی پتلی سی سیٹ پر پڑا ہو اور کروٹ لیتے ہی نیچے جا گرے۔رسی بُری طرح اس کے جسم میں چبھ رہی تھی۔وہ سوچنے لگا کہ کس طرح وہ بیہوش ہوگیا؟ اُسے وہ بدبو یاد آئی۔غالباً وہ کسی قسم کی گیس تھی۔جس کے ذریعہ انہیں بیہوش کیا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد پھر تکلیف کا احساس ہونے لگا اور اس کا ذہن پھر تاریکیوں میں ڈوب گیا۔

دوسری بار ہوش آنے پر اس نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ اب وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی کرسکتا تھا اور ضرورت پڑنے پر فلمی گیت بھی گا سکتا تھا۔ کیونکہ نہ تو اب اس کا جسم رسی سے جکڑا ہوا تھا اور نہ ہی منہ میں کپڑا موجود تھا۔ کمرے میں ہلکی روشنی کا ایک بلب روشن تھا۔ اُسے فریدی اور ڈالی بھی نظر آئے۔ فریدی ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا سگار پی رہا تھا اور ڈالی ابھی بیہوش تھی۔ حمید بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کمرے میں فرنیچر قسم کی کوئی چیز نہیں تھی لیکن دیواروں پر تصویروں کے متعدد فریم نظر آرہے تھے۔

فریدی حمید کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور حمید ڈالی کی طرف دیکھ کر سر ہلانے لگا۔

''یہ کہاں آ پھنسے!'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اب ہم اس آدمی کی قید میں ہیں جس نے زوبیا کو اغواء کرایا تھا۔''

''اور مقصد صرف اتنا ہے کہ وہ زوبیا کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

حمید نے ایک طویل سانس لیکر ڈالی کے چہرے پر نگاہ گاڑ دی۔ پھر فریدی سے پوچھا۔

''کیا میں اسے ہوش میں لانے کی تدبیر کروں۔''

''کیا ضرورت ہے۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

''یعنی یہ یوں ہی بیہوش پڑی رہے؟''

''یہی مناسب ہے ورنہ تم میری کھوپڑی کام کرنے کے قابل نہ رہنے دو گے۔''

حمید اٹھ کر ڈالی کے پاس پہنچ گیا اور فریدی اسے غصیلی نظروں سے دیکھتا رہا۔ لیکن بولا کچھ نہیں...... حمید نے اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کر دیں۔

فریدی سگار کے کش لیتا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے گھر ہی کے کسی کمرے میں بیٹھا ہو۔ چہرے پر تشویش کا شائبہ تک نہیں تھا۔ آنکھوں سے لاپروائی مترشح تھی۔

کچھ دیر بعد حمید ڈالی کو ہوش میں لانے میں کامیاب ہو گیا۔

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ بیٹھی پھر کچھ دیر بعد ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ ان

دونوں کو کچا ہی چبا جائے گی۔

''یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔'' وہ گرج کر بولی۔ ''اس کی سو فیصدی ذمہ داری پرویز پر ہے۔''

''وہ کس طرح مائی بٹر فلائی؟'' حمید نے مسکرا کر کہا۔

''شٹ اپ...... تمیز سے گفتگو کرو۔''

''ٹھہرو......!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پھر ڈالی سے کہنے لگا۔ ''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''میں نے پرویز سے کہا تھا کہ ان قیدیوں کو میرے حوالے کردو۔ مگر یہ حضرت شرارت پر آمادہ ہو گئے۔''

''تم کیا کرتیں ان قیدیوں کو......!''

''پولیس کے حوالے کردیتی۔''

''یہ کام ہم بھی کر سکتے تھے؟''

''میرے کام کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔'' ڈالی نے کہا۔

''اُرر...... ٹھیک......!'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''اب میں سمجھ گیا۔ یہ انہیں آنکھ مار کر مار ڈالتیں۔ نہ کہیں جنازہ اٹھتا اور نہ کہیں مزار ہوتا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔''

''پھر تم بدتمیزی کرنے لگے۔'' ڈالی غرائی۔

''یہی تو مصیبت ہے۔'' حمید فریدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ''بھائی کی موجودگی میں...... میں بدتمیزی نہیں کرسکتا ورنہ تم دیکھتیں۔''

''خاموش رہو۔'' فریدی نے ڈانٹا۔

''بھائی سلیم۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے بور نہ کرو۔ یہ ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ پتہ نہیں دن ہے یا رات۔''

دفعتاً انہوں نے کسی کے کراہنے کی آواز سنی۔ آواز شاید برابر ہی کے کمرے سے آئی تھی۔ وہ دروازہ جو اُن دونوں کے درمیان حائل تھا مقفل تھا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اسے

ہلانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ پھر جھک کر وہ کنجی کے سوراخ کو دیکھنے لگا۔ دوسری طرف کمرہ ہی تھا اور آواز اسی کمرے سے آرہی تھی لیکن کراہنے والا کنجی کے سوراخ سے نظر نہیں آسکا۔ فریدی ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ شاید اسے کسی چیز کی تلاش تھی۔

''کیا تم مجھے تھوڑی دیر کے لئے ہیئر پن دے سکتی ہو۔'' اس نے ڈالی سے پوچھا۔

''کیوں......؟'' ڈالی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''پتہ نہیں کس گدھے نے تمہیں محکمہ سراغ رسانی کے لئے منتخب کیا تھا۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید یک بیک اچھل پڑا اور ڈالی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

''آپ قائم آباد برانچ کی ایک سب انسپکٹر ہیں۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ ''مس مونا گراہمس......!''

''اخاہ۔'' حمید باچھیں پھاڑ کر بولا۔ ''تب تو ان کے کباب بے حد لذیذ ہوں گے۔''

''ہیئر پن۔'' فریدی ڈالی کی طرف ہاتھ بڑھا کر خشک لہجے میں بولا۔

ڈالی نے سر سے ہیئر پن نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے کب سے جانتے ہو؟''

''اسی رات سے جب تم نے اپنے کاغذات پیراڈائیز کے پارک میں ایک جگہ چھپائے تھے۔ اس لئے چھپائے تھے کہ کہیں وہ رام گڑھ کے سراغ رسانوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ تم اس کارنامے میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتی تھیں۔''

''کیسا کارنامہ......؟''

''انرجین۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

''تم کون ہو۔'' ڈالی خوفزدہ آواز میں بولی۔

''شکاری......تمہارے کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں۔''

''تمہارے پاس کیوں؟''

''میں نے انہیں وہاں نہیں رہنے دیا تھا جہاں تم نے چھپایا تھا۔''

''تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔ یہ قانوناً جرم ہے کہ تم کسی سرکاری سراغ رساں کی

ٹوہ میں رہو۔''

''سرکاری سراغ رساں۔'' حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔''ہم اس کمرے میں جانا چاہتے ہیں، کسی کو ہماری مدد کی ضرورت ہے لہٰذا اس دروازے کو کھولنے کی کوشش کرو۔ سرکاری سراغ رساں تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔''

''اوہ......ہیئر پن۔'' ڈالی نے بیساختہ کہا اور کنجی کے سوراخ کی طرف دیکھنے لگی۔

''کوشش کرو۔'' فریدی نے ہیئر پن اُسے واپس کرتے ہوئے کہا۔

ڈالی ہیئر پن لے کر قفل پر جھک پڑی۔ لیکن تقریباً پانچ منٹ تک کوشش کرنے کے باوجود بھی قفل کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

''چلو......ادھر ہٹو......ہیئر پن مجھے دو۔''

فریدی نے ہیئر پن لے کر حمید کی طرف بڑھا دیا اور حمید نے قفل کھولنے میں دو منٹ سے زیادہ نہیں لگائے۔

''اس طرح قفل کھول لینا چوروں اور اٹھائی گیروں کا کام ہوتا ہے۔'' ڈالی بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑائی اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔ پھر فریدی نے دروازہ کھولا۔ اس کمرے میں نیلے رنگ کا بلب روشن تھا۔ فرنیچر معمولی قسم کی ایک میز، دو کرسیوں کا ایک شلف اور ایک پلنگ پر مشتمل تھا۔ پلنگ پر ایک بوڑھا آدمی سوتا نظر آیا۔ یہ کچھ بیمار سا معلوم ہو رہا تھا۔ فریدی نے ایک اچٹتی ہوئی سی نظر چاروں طرف ڈالی اور آہستہ آہستہ پلنگ کی طرف بڑھنے لگا۔

دفعتاً بوڑھا جاگ پڑا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن تینوں کو دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔''تم کون ہو؟''

''چور......؟'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔''لیکن تم شور نہیں مچاؤ گے...... یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے۔''

''چور......؟'' بوڑھے نے آہستہ سے دہرایا اور نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر مسرت کی لہر نظر آنے لگی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔''بھائی چور مجھے یہاں سے کسی طرح

نکال دو۔اس کام کی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔''

''اوہ.....تو کیا تمہیں کسی نے قید کر رکھا ہے؟''

''ہاں.....ایک احسان فراموش کتے نے۔تم مجھے کسی طرح یہاں سے نکال دو۔ ویسے میرا خیال ہے کہ تمہیں یہاں کوئی قیمتی چیز نہ مل سکے گی۔ کیونکہ یہ صرف میرا قید خانہ ہے۔''

''یہ شاید پاگل ہے۔'' فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر کہا۔

''نہیں میں قطعی صحیح الدماغ ہوں۔'' بوڑھے کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''اچھا تو تم یہی بتا دو کہ تم اس وقت کہاں ہو۔ کس شہر.....کس محلے میں اور اس عمارت کا کیا نام ہے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''عمارت یا محلے کا نام نہیں بتا سکتا۔ البتہ یہ قائم آباد ہے۔'' بوڑھے نے کہا۔

فریدی نے ایک طویل سانس کھینچی اور پھر پوچھا ''تمہارا نام؟''

''ناصر.....لوگ مجھے ڈاکٹر ناصر کہتے ہیں۔''

''تمہیں کس نے قید کیا ہے؟'' ڈالی پوچھ بیٹھی۔

''اسے یہاں سے لے جاؤ۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''کیا؟ قطعی نہیں۔'' ڈالی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ ساری عمر جیل میں سڑوا دوں گی۔''

''ارے بس آؤ بھی۔'' حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسی کمرے میں لے آیا جہاں وہ کچھ دیر پہلے تھے۔

''تم لوگوں کے ساتھ ذرہ برابر بھی رعایت نہیں کی جائے گی۔'' ڈالی دانت پیس کر بولی۔

''اس سے پہلے ہی میں تمہارے کباب لگاؤں گا۔ ہم دونوں شکاری آدم خور ہیں۔''

''تم اپنے ہاتھوں اپنی قبریں کھود رہے ہو۔''

''تب تو ہم کمال کر رہے ہیں۔ تم کوئی ایسی مثال نہیں پیش کر سکتیں جب کسی نے اپنی قبر کھودی ہو۔ ویسے تم خواہ مخواہ بور ہو رہی ہو۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے بائیں جانب والا دروازہ کھولا۔

آنے والے چار آدمی تھے اور ان کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ لیکن دو دروازے ہی پر ٹھٹک گئے۔ شاید ان کی حیران آنکھیں فریدی کو تلاش کر رہی تھیں۔

”تیسرا کہاں ہے؟“ ان میں سے ایک نے گرج کر پوچھا۔

اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے دوسرے کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا ہو۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ڈالی اس دروازے کی طرف نہ دیکھنے لگے جسے کھول کر وہ دوسرے کمرے میں پہنچے تھے۔ مگر ڈالی نے اس قسم کی کوئی حماقت سرزد نہیں کی۔ حمید ان چاروں کو بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا کیونکہ یہ انہیں نیم مردہ رقاصوں میں سے تھے جنہیں وہ پیراڈائیز میں دیکھ چکا تھا۔ ڈالی بھی کم متحیر نہیں معلوم ہوتی تھی۔ دفعتاً ایک آدمی اور اندر آیا۔ یہ وہی منتظم ناگری تھا جس کے ساتھ حمید نے ایک بار پیراڈائیز میں کافی پی تھی۔

”اوہ...... مسٹر ناگری۔“ حمید نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

”ہاں...... میں ہی ہوں۔“ ناگری خشک لہجے میں بولا۔ ”صبح ہونے سے پہلے ہی تم تینوں...... اَر...... وہ کہاں ہے۔“ ناگری چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر ہاتھ ہلا کر دہاڑا۔ ”وہ کہاں ہے۔ ورنہ میں تمہاری دھجیاں اڑا دوں گا۔“

”مائی ڈیئر...... مسٹر ناگری یا جو کچھ بھی تمہارا نام ہو۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ انرجین کے تین گلاس پی گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھواں بن کر روشندانوں سے باہر نکل گیا۔“ حمید نے کہا اور ڈالی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کیوں ڈارلنگ......؟“

ڈالی جھلا گئی اور انتہائی غصے کے عالم میں اس نے ناگری سے کہا۔ ”وہ اُس کمرے میں ہے۔“

پتہ نہیں الفاظ تھے یا ناگری کیلئے بجلی کا ہنٹر۔ کیونکہ وہ بیساختہ اچھل کر دروازے سے جا لگا۔

زوبیا کا راز

وہ اس طرح دروازے کو ہلا رہا تھا جیسے اُسے خبر ہی نہ ہو کہ وہ دوسری طرف سے بولٹ کر دیا گیا ہے۔ دفعتاً وہ چیخنے لگا۔ ''اے...... باہر آؤ...... ورنہ میں ان دونوں کو جان سے ماردوں گا۔''

''میں اس بوڑھے کا گلا گھونٹ کر تمہارا کھیل ہی اس وقت ختم کردوں گا۔'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی اور ناگری سناٹے میں آ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم روح سے خالی ہو گیا ہو۔

''تم کون ہو......؟'' اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''ایک شریف آدمی ...... جس کی بسر اوقات کا ذریعہ تم جیسے کمینے لوگ بن جاتے ہیں، بولو......زوبیا کیلئے کتنی رقم دے سکو گے۔ اس اسٹیج پر اگر ہمارا سودا طے ہوجائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔''

ناگری نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی پیشانی کی رگیں ابھر آئی تھیں اور وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے بہت دیر تک دوڑتا رہا ہو۔

''تم اپنا اندازہ بتاؤ کہ مجھے اس سلسلے میں کتنی رقم صرف کرنی چاہئے۔'' اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''پچیس ہزار سے کوڑی کم نہ لوں گا۔''

''یہ بہت زیادہ ہے......اچھا چلو دس ہزار پر معاملہ کرلو۔''

''پچیس ہزار......!'' فریدی نے جواب دیا۔ ''ورنہ دوسری صورت میں ہم شاید اس سے بھی زیادہ کما سکیں۔''

''چلو......منظور ہے باہر آؤ۔''

''یوں نہیں......تم سب اپنے ریوالور میرے ساتھی کے حوالے کردو۔ میں اناڑی تو نہیں ہوں۔''

''ریوالور تو نہیں دیئے جاسکتے۔''

''تب پھر مجبوری ہے۔ تم بھی صبر کرو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

ناگری کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اچانک اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''اپنے ریوالور اسے دے دو۔''

''پہلے تم اپنا نکالو۔'' حمید نے کہا۔

''میرے پاس نہیں ہے۔''

''میں تلاشی لئے بغیر مطمئن نہیں ہوسکتا۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ تم اپنا داہنا ہاتھ استعمال نہ کرسکو گے کیونکہ وہ پہلے ہی زخمی ہو چکا ہے۔ لیکن بائیں ہاتھ کو کون روک سکے گا۔''

''تم میری جامہ تلاشی لے سکتے ہو۔'' ناگری نے کہا۔

حمید نے آگے بڑھ کر اُسے نیچے سے اوپر تک ٹٹولا اور پھر اس کے دوسرے ساتھیوں کی طرف مڑ گیا۔ انہوں نے اپنے ریوالور اس کے حوالے کر دیئے۔ ڈالی خاموش کھڑی اپنا نچلا ہونٹ چبا رہی تھی۔

''انہوں نے ریوالور میرے حوالے کر دیئے ہیں۔'' حمید نے بلند آواز میں کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں دروازہ کھلا اور فریدی کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اس کی نظر ناگری کے داہنے ہاتھ پر پڑی جو بینڈیج سے ڈھکا ہوا تھا۔

''تو وہ نقاب پوش تم ہی تھے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''کام کی بات کرو۔'' ناگری خشک لہجے میں بولا۔ ''چیک لو گے یا کیش؟''

''کیسا چیک اور کیسا کیش۔'' فریدی نے حیرت ظاہر کی۔ ''میں بالکل نہیں سمجھا۔''

''کیا مطلب......؟'' ناگری بوکھلا گیا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں حمید کی طرف دیکھا۔ جس نے دو ریوالور تو جیبوں میں ڈال لئے تھے اور دو ریوالور میں سے ایک کا رخ ناگری کی طرف کر دیا تھا اور دوسرے کا اس کے چاروں ساتھیوں کی طرف۔

''دھوکا۔'' ناگری آہستہ سے بڑبڑایا۔

''مجبوری ہے دوست۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''اتفاق سے یہاں ایک سرکاری سراغ رساں بھی موجود ہے۔ ورنہ میں اتنا اچھا بزنس کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ اس سے ملو یہ ہیں

مس مونا گراہمس قائم آباد کی ایک سرکاری جاسوس۔ یہ دراصل تمہاری ازجین کی فکر میں تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی زوبیا کا قصہ نکل آیا۔''

''اوہ......اسے جہنم میں جھونکو۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ یہ کہاں گئی۔ میں تیس ہزار لگاتا ہوں۔ زوبیا کا پتہ بتادو۔''

''نہیں پہلے میں اسے ازجین کے متعلق بتاؤں گا۔'' فریدی نے ڈالی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''ہاں مس گراہمس! ازجین ایک نشہ آور مشروب ہے۔ جو دماغ ماؤف کر کے جسم میں بجلیاں سی بھر دیتا ہے۔ اس کی پبلسٹی کھلے عام کی جاتی ہے لیکن اس کا بزنس اسی طرح ہوتا ہے جیسے کوکین وغیرہ کا بیوپار کیا جاتا ہے۔ لوگ نیم مردہ رقاصوں کے کمالات دیکھ کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں ان سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی، جتنی کہ اس مشروب سے۔ بہر حال وہ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور اس مشروب کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ آدمی اس کا عادی ہو جانے کے بعد اس کے بغیر منٹ بھی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر وہ خود پر جبر کر کے اسے ہاتھ نہ لگائے تو کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ خود کو چاق و چوبند رکھنے کے لئے اس مشروب کا استعمال جاری رکھے۔''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔'' ناگری نے کہا۔ ''ازجین بہت جلد بازار میں آجائے گی۔''

''ہوسکتا ہے لیکن وہ تمہارے اس مشروب سے بالکل مختلف ہوگی۔''

''ختم کرو۔'' ناگری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''میں زوبیا کی قیمت پچاس ہزار لگا رہا ہوں۔''

''کیوں! تمہارا کیا خیال ہے۔'' فریدی نے ڈالی سے پوچھا۔

''آپ ہر حال میں قانون کی مدد کیجئے سلیم صاحب۔'' ڈالی نے کہا۔

''دیکھا......!'' فریدی نے ناگری کو مخاطب کیا۔ ''اب بتاؤ میں کیا کروں۔''

''ارے واہ......!'' حمید گردن جھٹک کر بولا۔ ''گویا میرے ہاتھ میں ریوالور نہیں پٹاخے ہیں۔''

''میرے لئے وہ پٹاخوں سے بھی کمتر ہیں۔''

''شاید تم نے ازجین پی رکھی ہے۔''

''ان لوگوں نے ضرور پی رکھی ہے۔'' ناگری چاروں رقاصوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔''ان کے دماغ قابو میں نہیں ہیں۔ یہ صرف میرے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ اگر میں انہیں حکم دے دوں تو تمہاری بوٹیوں کا بھی پتہ نہ چلے۔''

''اچھا تو انہیں حکم دے دو۔ میں بھی دیکھ لوں کہ اس مشروب میں کتنا زور ہے۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور حمید سے بولا۔''ریوالور جیب میں رکھ لو لیکن اس دروازے پر اڑے رہو۔ کوئی باہر نہ جانے پائے اور اگر کوئی باہر سے اندر آنے کی کوشش کرے تو اُسے بے دریغ گولی مار دینا۔ نہیں مس گراہمس تم احتجاج کرنے کے لئے منہ نہ کھولو۔''

حمید دروازے کے پاس جم گیا۔ لیکن اس نے ریوالور جیب میں نہیں ڈالے تھے۔ اچانک وہ چاروں فریدی پر آپڑے۔ ناگری نے انہیں حملہ کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ فریدی نے ان کی کنپٹیاں سہلانی شروع کر دیں۔ جس کنپٹی پر بھی گھونسہ پڑا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ شاید دس ہی منٹ میں وہ چاروں فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔

''آؤ......!'' فریدی ناگری کیطرف دیکھ کر بولا۔''تمہارے لئے بھی میدان صاف ہے۔''

''کیوں خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہو چلو......ایک لاکھ لے لو۔''

''ایک کروڑ پر بھی معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔'' فریدی بولا۔'' کیونکہ تم قاتل ہو۔ زوبیا کے تین دوستوں کا خون تمہاری گردن پر ہے اور ہاں...... ہاں......ٹھہرو کیا تم مجھے ڈاکٹر اسفندیار کا پتہ بتا سکو گے۔''

''وہ کسی سے نہیں ملتے۔''

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بوڑھے ناصر نے اپنی زبان بند کر رکھی ہوگی۔''

''یہ قاتل ہے۔'' دوسرے کمرے سے بوڑھا چیخا۔''ڈاکٹر اسفندیار کا قاتل ہے اور مجھے اس نے سالہا سال اپنی قید میں رکھا ہے۔ زوبیا اسفندیار کی لڑکی ہے۔ ایک بہت بڑی دولت کی مالک۔ یہ اُس سے شادی کر کے قانونی طور پر اس دولت پر متصرف ہونا چاہتا تھا۔''

''اور......اسی لئے تم نے اتنے دنوں تک انتظار کیا تھا۔'' فریدی ناگری کی طرف دیکھ کر

بولا۔ ''تم چاہتے تھے کہ زوبیا بالغ ہوجائے تو تم کسی طرح اس سے شادی کرلو۔ لٰہذا اس کے جس دوست پر تمہیں شبہ ہوا اُسے تم نے قتل کردیا۔ تمہاری خواہش تھی کہ تم اس سے دوستی کرکے آہستہ آہستہ اس کا دل جیتنے میں کامیاب ہوجاؤ، لیکن تمہیں مایوسی ہی ہوئی۔ تم اسے اپنی طرف متوجہ نہ کرسکے۔ تمہارا آخری شکار وہ آدمی تھا جس پر بطخ نے حملہ کیا تھا۔ یقیناً تم نے یا تمہارے کسی آدمی نے پنڈلی کے زخم پر کوبرا کا زہر لگا دیا اور اسی زہر کی ایک شیشی پرویز کے کمرے میں ڈلوا دی۔ تمہیں شبہ ہوا تھا کہ زوبیا پرویز کی طرف بھی جھک رہی ہے۔ لٰہذا اس طرح تم نے ایک ہی حملے میں دو شکار کرنے چاہے۔ پرویز پر شبہ کیا جانا ضروری تھا کیونکہ ایک دن پہلے دونوں میں لڑائی ہوچکی تھی۔''

''یہ سب بکواس ہے۔'' ناگری نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا۔ ''تم کسی حالت میں نہ ثابت کرسکو گے۔''

''میں ثابت کردوں گا۔'' بوڑھے ناصر نے کہا۔ جواب اسی کمرے میں آچکا تھا۔

''جاؤ لیٹو...... تم پاگل ہوگئے ہو...... دفع ہوجاؤ۔'' ناگری ہاتھ ہلا کر دھاڑا۔

''نمک حرام کتے تو پاگل ہے! اُس کا قاتل جس نے تجھے خاک سے اٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا تھا۔ ڈاکٹر اسفندیار کی روح انتقام کیلئے تڑپ رہی ہے اور خدا کا انصاف دور نہیں ہے۔''

''آپ آرام کیجئے ناصر صاحب۔'' فریدی نے کہا۔ ''آپ بیمار ہیں، تھوڑی ہی دیر بعد ہم آپ کو کھلی ہوا میں لے چلیں گے۔''

پھر اس نے حمید سے کہا۔ ''ناگری کے ہاتھ باندھ دو اور مس گراہمس اب تم جو کچھ کرنا چاہتی ہو کرو۔ تمہاری واپسی تک ہم یہیں ٹھہریں گے۔''

دوسرے دن فریدی اور حمید قائم آباد کے سرکاری ہسپتال میں ڈاکٹر ناصر کی زبانی اسفندیار کی کہانی سن رہے تھے۔

''ڈاکٹر اسفندیار۔'' ناصر کہہ رہا تھا۔ ''ایک عظیم آدمی تھے۔ انہوں نے خود کو قوم کے لئے وقف کردیا تھا۔ نہ جانے کتنے لاعلاج امراض کے کامیاب علاج انہوں نے دریافت کئے۔ مجھ

پر بے حد اعتماد کرتے تھے اور میں نے کبھی ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگنے دی۔ وہ بے حد مصروف آدمی تھے۔ ان کی لیبارٹری ہی اُن کے لئے سب کچھ تھی۔ اکثر وہ وہیں سو رہتے تھے۔ اسی مصروفیت نے انہیں کسی حد تک پُراسرار بھی بنا دیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر وہ منظر عام پر آ گئے تو انہیں کام کرنے کا موقع نہیں ملے گا یہی وجہ ہے کہ لوگ صرف ان کا نام ہی سنتے رہے، صورت آشنا نہ ہو سکے۔ یہ ناگری ایک یتیم اور لاوارث لڑکا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی پرورش کی تھی۔ اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی اور کوشش کی تھی کہ وہ ان کا داہنا بازو بن سکے۔"

"میں اس لڑکی زوبیا کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اُسکی پرورش اتنے پراسرار طریقہ پر کیوں ہوئی۔ اُسے یہ کیوں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ ڈاکٹر اسفندیار کی لڑکی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"اس پر بھی وہ ایک تجربہ کر رہے تھے۔" ناصر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "دراصل اس کے پیدا ہوتے ہی ڈاکٹر کی بیوی چل بسی تھی۔ اس سے پہلے ہی سے ڈاکٹر کسی ایسے بچے کی تلاش میں تھے جسے اپنے والدین کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہو۔ ہاں ٹھہریئے...... ساتھ ہی یہ بھی بتا دوں کہ خود ڈاکٹر کی بیوی کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کا شوہر حقیقتاً کون ہے۔ وہ انہیں ڈاکٹر اسفندیار کی حیثیت سے نہیں جانتی تھیں۔ یہ فخر صرف دو آدمیوں کو حاصل تھا۔ مجھے اور ناگری کو۔ بہرحال ان کی بیوی صرف اتنا جانتی تھیں کہ ان کے شوہر ایک خاندانی رئیس ہیں اور اس دولت پر متصرف ہیں جو انہیں ترکے میں ملی تھی۔"

"لیکن وہ ایک ایسا بچہ کیوں چاہتے تھے جسے اپنے والدین کے متعلق کچھ بھی نہ معلوم ہو۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ایسے بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کیسے ہوتی ہے۔ ان کے اعصاب پر اس احساس کا کیا اثر پڑتا ہے کہ وہ نامعلوم والدین کی اولاد ہیں۔ اس طرح وہ نفسیات میں کسی نئے باب کا اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ ہاں تو سب سے پہلے زوبیا کی پرورش ایک گونگی عورت کے ذمہ ڈالی گئی جس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ گونگی کے پڑوسی جانتے تھے کہ وہ اس کی لڑکی نہیں ہے۔ زوبیا نے ہوش سنبھالا تو یہی آوازیں اس کے کانوں میں پڑیں کہ وہ گونگی

کی لڑکی نہیں ہے لیکن اُسے یہ بتانے سے قاصر تھی کہ وہ کس کی لڑکی ہے۔ گونگی کی موت کے بعد یہ ذمہ داری مجھ پر آپڑی۔ میں نے زوبیا کو بتایا کہ میں گونگی کا بھائی ہوں، لیکن مجھے بھی علم نہیں ہے کہ اس نے اسے کہاں سے حاصل کیا تھا۔ اس دوران میں ڈاکٹر اسفندیار اس ذہنی اور جسمانی حالت کا مشاہدہ کرتے رہے تھے اور زوبیا کو میں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مجھے اس کی صحت کا بے حد خیال رہتا ہے۔ اس لئے میں ہر ہفتہ اس کا طبی معائنہ کراتا رہتا ہوں۔ یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ڈاکٹر اسفندیار کو صرف تجربات کی دھن رہتی تھی اس لئے انہوں نے اپنا سارا سرمایہ بھی میرے نام منتقل کرادیا تھا۔ میرے ہی دستخط پر بینکوں سے لین دین ہوتا تھا۔ ویسے ڈاکٹر نے زوبیا کے حق میں ایک وصیت نامہ بھی مرتب کیا تھا اور اُس پر اس اعتراف پر میرے بھی دستخط تھے کہ یہ سارا سرمایہ ڈاکٹر اسفندریار کا ہے جو اس کی موت کے بعد انکی لڑکی زوبیا کے نام منتقل کردیا جائیگا۔ وصیت نامہ ڈاکٹر کے قانونی مشیر کے پاس محفوظ ہے۔''

''لیکن تجربہ مکمل ہوجانے کے بعد بھی زوبیا کو اندھیرے میں کیوں رکھا گیا'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ......واقعی یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی تھی۔ ڈاکٹر نے تجربہ مکمل ہوجانے کے بعد چاہا تھا کہ زوبیا پر سب کچھ ظاہر کردے مگر ناگری نے انہیں یہ سمجھایا کہ زوبیا ان سے نفرت کرنے لگے گی۔ وہ سوچے گی کہ اس کا باپ کتنا ظالم ہے کہ محض ایک تجربے کی خاطر اسے بچپن سے اب تک ایک قسم کی بے بسی میں رکھا۔ یہ بات ڈاکٹر کے دل میں اتر گئی اور انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ اب اُن کی موت کے بعد ہی زوبیا کو اپنی حقیقت کا علم ہو۔ اُسی وقت انہوں نے ناگری ہی کے مشورے پر وہ وصیت نامہ مرتب کیا تھا۔ وصیت نامہ مرتب ہوجانے کے بعد ہی ناگری نے انہیں زہر دے دیا اور مجھے اپنا قیدی بنالیا۔ مجھ پر جبر کر کے وہ چیکوں پر دستخط لیتا تھا اور اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح زوبیا کو اپنی طرف مائل کرلے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہوجاتا تو پھر ڈاکٹر کی دولت اُسی کی ہوتی۔ ویسے بھی وہ ڈاکٹر کے ایجاد کردہ نشہ آور مشروبات کی ناجائز تجارت سے کافی بڑی بڑی رقمیں بنا رہا تھا۔ ڈاکٹر کی وہ ایجادات دوسرے مقاصد رکھتی تھیں لیکن اس نے انہیں غلط طریقہ پر رواج دینے کی کوشش کی۔''

ڈاکٹر ناصر نے بولتے بولتے تھک کر آنکھیں بند کرلیں اور وہ دونوں کچھ دیر بعد اٹھ گئے۔ ہسپتال کے پھاٹک پر ڈالی سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

''میں آپ دونوں سے بے حد شرمندہ ہوں۔'' اُس نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''مجھے ابھی ابھی سپرنٹنڈنٹ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ کون ہیں۔ خدا کے لئے مجھے معاف کردیجئے۔ میں نے بہت بدتمیزیاں کی ہیں۔''

''اوہ......اس کی فکر نہ کرو۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''بہرحال یہ تمہارا کیس ہے۔ شام کو گرینڈ ہوٹل میں آکر مکمل رپورٹ لے جانا۔ ہاں ناگری کا کیا رہا۔''

''اس نے اعتراف جرم کرلیا ہے جناب۔ اب زوبیا کو تار دیا گیا ہے کہ وہ قائم آباد پہنچ جائے۔ رام گڈھ کی پولیس سے بھی استدعا کی گئی ہے کہ زوبیا کو یہاں تک پہنچنے میں مدد دی جائے۔''

حمید بے حد سنجیدہ ہوگیا تھا اور اب اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

''آپ کو تو میں نے بہت کچھ کہا ہے کیپٹن۔'' ڈالی نے اُسے مخاطب کیا۔

''کیا آپ مجھے معاف کردیں گے؟''

''دو چار دن اس پر غور کرنے کے بعد۔'' حمید نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔

پھر ڈالی ہسپتال چلی گئی اور وہ سڑک پر آگئے۔

''اب میں بُری طرح تنگ آگیا ہوں، اپنے محکمے سے۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ''یعنی کہ اب کسی نئی لڑکی سے ملاقات ہونے پر سب سے پہلے یہ پوچھنا پڑے گا کہ اس کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے تو نہیں ہے......خدا کی مار......؟''

ختم شد

ابنِ صفی

جلد نمبر
20

جاسوسی دنیا

64- شیطان کی محبوبہ

65- انوکھے رقاص

66- پُراسرار موجد

جاسوسی دنیا نمبر 66

پُراسرار موجد

(مکمل ناول)